کوثر کوثر
مصنف:
سید محمد حسین کوثر زیدی کیرانوی

"کوثر کوثر"

کوثر زیدی کیرانوی

نام کتاب : کوثر کوثر

ناشر : سید محمد حسین زیدی

تخلّص : کوثر زیدی کیرانوی

اشاعت : ۱۹۹۴ء

طباعت : پریس دہلی

سرورق : سید مسرور علی نقوی امروہوی

تعداد : ایک ہزار

کتابت : محمد غالب اردو بازار دہلی

قیمت : ۵۰ روپے

دستیاب

کوثر زیدی کیرانوی۔ میراں حویلی سہدریان کیرانہ،
مظفر نگر،
یوپی، بھارت

انتساب

ساقی کوثر کے

نام
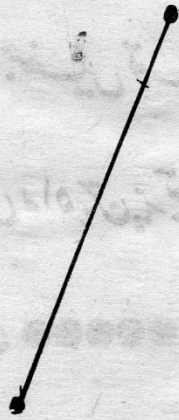
کوثر زیدی کیرانوی

● شروع کرتا ہوں میں خدا کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے ●

سب تعریف خدا ہی کے لئے سزاوار ہے اور سارے جہان کا پالنے والا ● بڑا مہربان رحم والا ● روزِ جزا کا مالک ہے ● خدایا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ● تو ہم کو سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھ ● اُن کی راہ جنھیں تو نے (اپنی) نعمت عطا کی ہے، نہ اُن کی راہ جن پر تیرا غضب ڈھایا گیا، اور نہ گمراہوں کی ●●●●●

بسمِ اللہِ الرحمٰنِ الرحیمؕ

سیّد عرفان حیدر عابدی
خطیب اہل بیت
فون :- ۴۶۲ ۳۳۳

"شعب ابیطالبؑ"
۲۴۱۔ بی، بلاک ۵
گلشن اقبال۔ کراچی

کوثر کی دینی شاعری منظرِ عام پر آرہی ہے۔ ان کی رباعیات وقطعات منقبتیں اور سلام شائع ہو رہے ہیں "کوثر کوثر" ان کی دینی شاعری کا پہلا مجموعہ ہے کوثر کی دین سے محبّت کا اثر ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنا دینی کلام شائع کر رہے ہیں۔ حالاں کہ وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں بہت عمدہ غزل کہتے ہیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں مشاعرہ پڑھتے رہے ہیں۔

کوثر اُس علاقہ سے تعلّق رکھتے ہیں جہاں حبّ اہلبیت شیرِ مادر میں حل ہو کر بچّوں کے خون میں شامل ہو جاتی ہے۔

وہ شعر برائے شعر نہیں کہتے بلکہ ان کے کلام میں حبّ اہلبیت کا جوجذبہ کار فرما ہے اُس میں اُن کے خیال کی صداقت اور اُن کے کردار کی جھلک نظر آتی ہے وہ ذکر اہلبیت کی سعادت اپنے اسلاف سے وصول کرتے ہیں اُسے ایک مقدس امانت کے طور پر اپنی عملی زندگی میں بھرپور طریقے سے برتنے کا عمل جاری رکھتے ہیں۔

جہاں تک ان کی فنِ شاعری کا تعلّق ہے تو ان کے خیال کی روانی ان کے اشعار کی روانی میں واضح نظر آتی ہے۔ وہ نہایت سادہ الفاظ میں اپنے جذبات وخیالات کا اظہار کرتے ہیں اور جذبوں کی صداقت کے

سبب قاری اور سامع کے دلوں میں اُترتے چلے جاتے ہیں۔

میری دُعا ہے کہ خدا انھیں حیاتِ طول عطا فرمائے اور ان کے کلام کو شرفِ قبولیت نصیب ہو۔

السیّد عرفان حیدر عابدی
گلشن اقبال کراچی
پاکستان

۹۳-۱۱-۱۴

مولانا سید حسن حیدر زیدی تسوی، حوزہ علمیہ قم اسلامی جمہوری (ایران)

عزم و عمل

شاعر اہلبیت جناب کوثر زیدی کیرانوی کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں مدحِ اہلبیت میں اِن کے دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے اشعار وکلام خیالات کی پاکیزگی عزم و عمل اور ایثار کے سبب یہ اپنا مقام علاقہ میں نہیں بلکہ تمام ہندوستان میں بنا چکے ہیں''

زیرِ نظر مجموعۂ کلام "کوثر کوثر" کو پڑھ کر ان کے خیالات کی پاکیزگی و بلندی اور اردو ادب کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ دُعا گو ہوں کہ ربِ کریم بحقِ ساقیٔ کوثر۔ موصوف اسی طرح اپنے قلم کی روانی سے بارگاہِ اہلبیت علیہم السلام میں اپنے گلہائے عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہیں۔

آمین۔

سید حسن حیدر تسوی۔
قم۔ ایران

مولانا سید علی ناصر سعید عبقاتی آغا روحی صاحب قبلہ لکھنؤ،

"فکری افق"

کیرانہ اردو شاعری کے لئے اپنی زرخیزی میں محتاج تعارف نہیں ہے مشاعروں مقاصدوں مالموں اور دیگر شعری اجتماعات میں کہیں نہ کہیں کیرانہ یا وہاں کے سلسلۂ تلمذ کا کوئی نہ کوئی اچھا شاعر ضرور مل جاتا ہے۔

کوثر کیرانوی کی شعری آواز ضلع اور صوبے سے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی ہے۔ ارتقاء کا عمل وسیع ترین فکری اُفق اور جُراتِ پرواز کی ہم آہنگی مستقبل کے تذکروں میں محفوظ رہ جانے والے شاعر کوثر زیدی کیرانوی کے لئے ماحول کو بے حد سازگار بنا رہی ہے،

کوثر سے تمنا ہے کہ وہ حبابوں کی جگہ موجوں سے سیراب کریں گے۔ اور یہی تمنا دُعا بھی ہے اور مخلصانہ وابستگی کی علامت بھی۔

سیّد علی ناصر عبقاتی
(آغا روحی)

ہجرتِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ کے چودہ سو تیرہ برس کے آٹھویں مہینے کا آخری دن،

از جناب مولانا ظہور مہدی صاحب مولائی فاضل جامعۂ مہدیۂ سینتھل بریلی
منتظم اعلیٰ :۔ انجمن سوگوار حسینی میمن سادات بجنور،

چراغِ معرفت

محترم کوثر زیدی کیرانوی بلاشبہ فطری اور حسی شاعر ہیں ان کے یہاں صرف جوش ہی نہیں پایا جاتا۔ بلکہ جوش کے ساتھ ہوش کی مکمل مداخلت ہوتی ہے۔ شائد اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کے اشعار دلنشیں اور جذبۂ عقیدت سے لبریز ہوتے ہیں۔ موصوف آجکل کے شعراء کی طرح لغو اور بے مغز لفظوں کا گھروندا بنانا عبث اور بے کار سمجھتے ہیں۔ آپ صرف عوامی شاعر نہیں بلکہ مذہبی و دینی شاعر ہیں فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی کے لئے آپ اپنے اشعار میں دین و مذہب کی مداخلت لازمی سمجھتے ہیں۔ میرے ناقص نظریہ کے مطابق علمی و عقلی استعداد سے بالاتر اگر کوئی چیز مذہبی شاعری کے لئے جزولاینفک کی حیثیت رکھتی ہے تو وہ صرف جذبۂ عقیدت و اخلاص کی سرشاری ہے۔ صد شکر کہ کوثر زیدی صاحب کو اللہ نے یہی نہیں کہ اس نعمتِ عظیم سے نوازا ہے بلکہ ان کو شعری پیکر عطا کرنے پر بھی قدرت بخشی ہے۔ اسی کی دین ہے کہ ان کے اشعار پڑھنے یا سُننے کے بعد ذہن سے دل تک چراغِ معرفت روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مجھے اکثر موصوف کے اشعار پڑھنے اور سُننے کا موقع ملا ہے۔ چوں کہ کافی عرصہ سے آپ انجمن سوگوار حسینی میمن سادات کو اپنے کلاموں سے نوازتے آرہے ہیں

یہ کوثر صاحب کی نوازش ہی کا نتیجہ ہے کہ انجمن سوگوار حسینی انجمن ہائے ماتمی کے درمیان ایک خاص مقام کی حامل ہے۔

فروغ عزا کے سلسلہ میں آپ جو انجمن سوگوار حسینی کے عظیم خدمات انجام دے رہے ہیں اس کا صلہ ہم حقیر خادمانِ انجمن تو کیا دے سکتے ہیں۔ مگر ہاں بارگاہِ سیدہ زہراؑ سے انشاءاللہ ضرور اس کا اجرِ عظیم عطا ہوگا۔

آخر میں ہم خدا سے بطفیل محمدؐ آل محمدؐ دست بدعا ہیں کہ موصوف کے توفیقات میں اضافہ۔ درجات میں بلندی عنایت فرماتے ہوئے مزید مقبول و مشہور قرار دے۔ آمین یارب العالمین بحق محمد و آلہ طاہرین۔

"کوثر کوثر" کی اشاعت کے لئے کوثر صاحب کو دلی مبارک باد اور دعاؤں کے ساتھ پیش ہے۔

گنہگار :۔

ظہور مہدی مولائی

سیّد محمّد علی موج رامپوری، انچارج اردو سروس، آل انڈیا ریڈیو، نئی دہلی۔

اردو میں نعت و مناقب کی شاعری کی روایت اتنی پُرانی ہے جتنی خود اردو، اور اس کی ابتدا بھی اردو میں فارسی شاعری کی روایت سے ہی ہوئی۔ اردو میں شعراء نے مدحِ مصطفےٰ اور شہدائے کربلا کے لئے جو اشعار کہے ہیں وہ ہماری شفاعت کا سرمایا ہے۔

دُنیا کی بڑی زبانوں کی شاعری کے مقابل اگر ہم اردو شاعری کو پیش کریں تو انیس اور دبیر کے بغیر بات نہیں بنے گی۔

دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اردو کی بڑی شاعری واقعات کربلا کی مرہونِ منّت ہے۔

کوثر زیدی کیرانوی نے بھی اپنے اظہار کے لئے یہی میدان چُنا ہے دوسری اصافِ سخن میں بھی اگر انھوں نے طبع آزمائی کی ہے تو اُن میں بھی اُن کے فطری اظہار میں جگہ جگہ وہی شعور جھانکتا ہوا آیا ہے۔ سادہ لیکن انتہائی پُرکیف زبان میں انھوں نے اپنے جذبات کا اظہار اسطرح کیا ہے کہ پڑھنے اور سُننے والے کو کہنا پڑتا ہے کہ یہ اُسی کے دل کی پُکار ہے۔ اُن کے اشعار میں لفظ اور معنی کچھ اس طرح گھُل مل گئے ہیں کہ لفظ کو مفہوم اور مفہوم کو لفظ سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

اُن کا نعتوں اور سلاموں کا مجموعہ "کوثر کوثر" اُن کو کوثر و تسنیم تک پہنچائے۔ آمین۔

محمّد علی موج، آل انڈیا ریڈیو دہلی، ۷ رجون ۱۹۹۳ء

از جناب سید علی جوّاد زیدی صاحب۔
ایڈیٹر العلم۔ زینبیہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز اینڈ ریسرچ پاکموڑیہ
اسٹریٹ بمبئی ۴۰۰۰۰۳

سنگِ میل

مکرمی کوثر صاحب! تسلیم

خوشی ہے کہ آپ نے قطعات و سلام و نوحوں کا مجموعہ "کوثر کوثر" مرتب کر لیا ہے اور وہ اشاعت کی منزلوں سے گذر رہا ہے۔ پہلا مجموعہ شاعر کی زندگی میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ امید ہے کہ آپ آئندہ بھی آگے کی منزلیں عزم خرم سے طے کرتے رہیں گے اور دوسرے اصناف کی طرف بھی متوجہ ہوں گے۔ جو نئی نسل سامنے آرہی ہے اس سے یہ توقع حق بجانب ہے کہ وہ اپنی تخلیقات پر عصری حسیات کا پورا لحاظ رکھیں گے۔ اور روایتوں کو نئی توانائی دیں گے۔

دُعاؤں کے ساتھ
مخلص

علی جواد زیدی بمبئی
۲ مارچ سنہ ۱۹۹۳ء

مظفر رزمی کیرانوی

"کوثر کوثر" کی اشاعت عزیزم کوثر زیدی کا پہلا تخلیقی مجموعہ ہے۔ کوثر میاں تقریباً گزشتہ ۳۰ سالوں سے میرے پسندیدہ حلقہ میں رہے ہیں۔ اگرچہ "کوثر کوثر" کے مطالعہ کا مجھے موقع نہیں ملا، تاہم مجھے یقین ہے، کہ اسے مقبولیت حاصل ہوگی۔ مجھے بالخصوص اس بات کی خوشی ہے کہ کوثر میاں نے اس نیک عمل کو کرنے کی سعادت حاصل کر لی ہے۔

مظفر رزمی

۱۸ ستمبر ۱۹۹۴ء

فرحتِ کوثر

۱۴۱۴ھ

سید شبر مرتضیٰ انقلاب سرسوی
الیکٹرک ڈیپارٹمنٹ روم نمبر ۴۰،
میونسپل کارپوریشن آفس گرین پارک زون نئی دہلی

کوثر کیرانوی تیکھے نقوش جاذب نظر پہلی ہی ملاقات میں دوسروں کو متاثر اور گرویدہ کر لینے والی شخصیت ہیں۔ میرا ان کا غائبانہ تعارف تو بہت پُرانا ہے لیکن ملاقات ۱۹۸۴ء میں عبداللہ پور میرٹھ کے ایک مسالمے میں ہوئی تب سے پُرخلوص اخوت و محبت کا رشتہ قائم ہے۔ کوثر صاحب غزل گو شاعر تھے اور مدحیہ شاعری کی جانب بہت دیر بعد آئے۔ لیکن بہت جلد مقاصدوں اور مسالموں میں اپنا ایک مقام بنالیا۔ آج وہ ہندوستان کے مشاہیر شعرائے اہلبیت کی صف میں شامل ہیں۔ انھوں نے منقبت نعت قصائد۔ سلام قطعات، نوحے مسدس۔ بڑی تعداد میں کہے۔ ان کے کلام میں جدید اور قدیم رنگ کا امتزاج ہے ان کے اشعار میں جو شائستگی اور سلاست پائی جاتی ہے وہ بہت کم شعراء کے یہاں ملتی ہے۔ "کوثر کوثر" کا مسودہ نظر کے سامنے ہے ویسے بھی بہت سے مقاصدوں میں ان کے ساتھ رہا ہوں اور ان کے اشعار کی وجدانی کیفیات سے متاثر بھی ہوا ہوں۔ ذکر علی کا یہ بند

گودی میں مصطفیٰؐ کی جو بچپن ہے نور کا
بنتِ اسد کا لال ہے گلشن ہے نور کا

دیوار و در ہیں نور کے آنگن ہے نور کا　　　ہاتھوں میں آج نور کے درپن ہے نور کا
خاموش تھا ازل سے زباں کھولنے لگا
اسلام ان کو دیکھتے ہی بولنے لگا

اور "شانِ عباس" کا یہ بند

دریا سمجھ سکا نہ علمدار کا مزاج　　　اک فلسفہ ہے شہ کے وفادار کا مزاج
حق جانتا ہے جو بھی ہے حقدار کا مزاج　　　قاری سمجھ لے کیا ہے قلم کار کا مزاج
اس نے لبوں پہ نہر کی بس پیاس لکھ دیا
پانی کی لہر لہر پہ عباس لکھ دیا

زبان کی چاشنی برجستگی اور الفاظ کا رکھ رکھاؤ اُن کے کلام کا حسن ہے لیکن عقیدت و محبّت اہلبیت کا جو سمندر ان کے کلام میں موجزن ہے اسی سے ان کی انفرادیت بھی ہے یوں تو اُن کی جتنی بھی تخلیقات ہیں وہ لاجواب ہیں لیکن جدّتِ فکر سلاست اور محبت و عقیدت کی جولانیاں جو مدحیہ شاعری میں ہیں۔ اُن کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ میں اپنی پسند کے چند اشعار رکھ رہا ہوں فیصلہ ناظرین پر ہے۔

اُس پیاس کو لا کر مرے ہونٹوں پہ سجا دے
نیزے کی بلندی سے جو کوثر کا پتا دے

سیاہ رات میں سورج اُگا گیا کتنے　　　وہ آسمان تھا لیکن رہا زمیں پر بھی
جھلس جھلس کے ڈبویا سوالِ بیعت کو　　　وہ ایک پیاس کا صحرا بھی تھا سمندر بھی

خون سے پانی پہ لکھی ہیں وفا کی آیتیں
یوں دکھائی نہر پر کاری گری عباس نے
جس میں مہکیں گے قیامت تک وفاؤں کے گلاب
کربلا میں وہ لگائی نرسری عباس نے

آسماں پر شمس تھا لیکن قمر پانی میں تھا　　اللہ اللہ رفعتیں عکسِ رخِ عباس کی

لکھ چکا سینے پہ جب اپنے ثنا خوانِ حسین
میں نے بازو پر کیا پھر نام دم عباس کا

تمہارے شہر میں یارو گذر حسین کا ہے　　قدم قدم پہ جلاؤ عقیدتوں کے چراغ

ہر دور کے یزید کو کرتا ہے بے نقاب
ہر ظلم کا جواب ہے ماتم حسین کا

کوثر کوثر تو آغاز سفر ہے ابھی بہت سی منازل طے کرنی ہیں۔ پروازِ فکر جاری ہے۔ انشاءاللہ العزیز محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت انھیں اور سر فراز کرے گی اور ان کی دوسری تصنیفات بھی جلد منظر عام پر آئیں گی۔

ع　اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

دریوزہ گرِ آلِ محمدؐ
انقلاب سرسوی
۲۵-۳-۹۴

از جناب ڈاکٹر ست نام سنگھ خمارؔ (پنجاب یونیورسٹی پٹیالہ پنجاب)

نعمتِ فکر

آج کے زمانے میں ہمیں وہ پیغام اور شاعری درکار ہے۔
جس کی بُنیاد دین اصول و قبول پر ہوں۔ "کوثر کوثر" میں یہ نعمتِ فکر
موجود ہے جو کسی فرقے کی نہیں بلکہ ہمارے مشترکہ کلچر کے لئے ہے۔

ڈاکٹر ستنام سنگھ خمار

از محترم جناب ڈاکٹر سید محمد سیادت فہمیؔ (صدر شعبۂ اردو، امام جمعہ والجماعت امروہہ)
ماشاء اللہ ساقیٔ کوثر کی برکاۃ اور فیوض سے شاعرِ کوثر کوثر" پوری
طرح بہرہ مند ہے اور اپنے موثر و عقیدت مندانہ اظہار و اسلوب سے تشنہ گانِ
محبّت کو سیراب کرنے کے لئے اس نے کوثر کوثر" جاری کیا ہے۔

دُعاؤں کے ساتھ

ڈاکٹر سید محمد سیادت فہمی

۲۷ فروری ۱۹۹۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(از جناب نظیر باقری اکروٹیہ سادات۔ مراد آباد)

حیاتِ ابدی

محترم کوثر زیدی صاحب!   السلام علیکم

ساری تعریف اللہ کے لئے۔ کیوں کہ وہی سب کا معبود حقیقی ہے ہم اس کے ممنون ہیں کہ اُس نے ہم گنہگاروں کو اس لئے لائق بخشش بنایا کیوں کہ ہم اس کے پسندیدہ بندوں کے چاہنے والوں میں شامل ہیں۔ یہ بھی اس کا ہی کرم ہے نیز تمام برادران ایمانی کی خیریت کا طالب یہ حقیر یعنی آپ کا بھائی نظیر باقری بخیریت ہے۔ جناب کا حکم نامہ موصول ہوا پہلے تو شکریہ اس بات کا ادا کر دوں کہ جناب نے مجموعہ کا نام "کوثر" رکھ کر میرے حقیر مشورے کو قبول فرمایا۔ اُس کے بعد اُس کے بارے میں۔

ہم زمین پر چلنے والے آسمانوں کے مسافر کے بارے میں کیا لکھیں اور وہ بھی ایسے دریائے فکر کے لئے جس کا نام ساکنانِ عرش میں شامل ہے یعنی کوثر، جس کے جام پلا کر ہم تشنہ گان حیات کو سیراب کرنے والا شریکِ نورِ نبیؐ رسولؐ کا وصی۔ خدا کا ولی اور ہم بے سہاروں کا سہارا علیؑ ہے۔

اُسی کوثر سے اُٹھی ہوئی گھٹائیں جب مقاصد کے کسی اسٹیج پر برسی ہیں تو لوگوں کو بے پناہ متاثر ہوتے ہوئے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے

مدحِ ساقیؑ کوثر کرنے والے کوثر اور سامعین کے پاک و پاکیزہ جذبے اور عقیدے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں اور پورے ماحول پر جو کیف حقیقی تاری ہوتا ہے وہ اس بات کا واضح ثبوت فراہم کرتا ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کے سوا کوئی لائقِ قصیدہ نہیں۔ عرش سے مبدائی فکر تک۔ میدانِ فکر سے نوکِ قلم تک۔ نوکِ قلم سے سفید اوراق تک اُترا ہوا کوثر کتاب پر اپنی نمی چھوڑنے کے باوجود بھی اُس کو حادثات کی دیمک سے محفوظ رکھے گا۔ کیوں کہ مالکِ کوثر سے منسوب ہونے والے لفظ حیاتِ ابدی رکھتے ہیں۔ اس لئے نہ وہ کٹ سکتے ہیں اور نہ مٹ سکتے ہیں آخر میں "کوثر کوثر" کے مصنف جناب کوثر کیرانوی کی خدمت میں مجموعے کی مبارک باد کے ساتھ اُس کی مقبولیت کیئے دست بدعا ہوں۔

فقط والسلام

عاشقانِ اہلبیت کا غلام

بقلم

نظیر باقری

۲۷ فروری ۱۹۹۳ء

از جناب عظیم امروہوی (دربار شاہ ولایت امروہہ یوپی)

کوثر زیدی کی اختراع پسندی

گوئٹے نے کہا ہے کہ ہر شاعر کے اندر ایک شیطان چھپا ہوتا ہے، یہ قول اگر سوفی صدی صحیح نہیں ہے تو۔۔۔ صد فی صد غلط بھی نہیں۔ بیشک گوئٹے کے ان شیطانوں سے دوستی کا خطرہ مول لینا سب سے بڑی نادانی ہے" لیکن کوثر کبرانوی سے دوستی کرنا اسے دانائی میں بدل دیتا ہے کیوں کہ گوئٹے کے قول کے مکمل رد کا دوسرا نام ہی کوثر زیدی ہے،" مگر میرے لئے ایک اہم مسئلہ یہ پیدا ہوگیا ہے کہ یہ فیصلہ کیسے کروں کہ وہ انسان زیادہ اچھے ہیں یا شاعر"

بہر حال اچھے شاعر اور اچھے انسان کے بہترین امتزاج اور خوبصورت سنگم کا نام ہی کوثر ہے،" کوثر میں اچھے انسانی جذبات کی لہریں بھی ہیں اور اچھے شاعر کی روانی بھی،"

محمدؐ و آل محمدؐ کی مدح کرنے والا جس اخلاق، خلوص، تہذیب، تمدن شرافت اور انسانیت کا مالک ہونا چاہیئے اس سے کوثر زیدی پوری طرح آراستہ ہیں۔

اردو شاعری اس صدی کے نصف اول کے بعد سے جن تغیرات۔ تبدیلیوں اور تجربات سے گذری ہے وہ بہت اہم ہیں،" زبان لہجہ اسلوب اور فکر سب میں ہی غیر معمولی تبدیلی ہوئی ہے، ظاہر ہے کہ ادب کی یہ نئی نہج

صرف چند اصنافِ سخن تک محدود نہیں رہ سکتی تھی" یہ تغیر اسلامی شاعری میں بھی ایک فطری عمل تھا۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ مدح و منقبت کے شعراء کے لئے ان کی حیثیت کا یہ امتحان تھا۔ ان کی بیداری کی یہ آزمائش تھی۔ اور تاریخی کرداروں کو فکر کا نیا پیکر دینے کا ایک دشوار مرحلہ تھا۔

عصرِ حاضر کے جو چند شعراء اس امتحان میں پورے اُترے اُن میں ایک اہم اور معتبر نام کوثر زیدی کبرانوی کا ہے۔ اس لئے ان کے اندر کی آباد کربلا سے نئے اسلوب اور لہجے میں آواز آنے لگی۔

حیات بانٹ رہا تھا لگا کے آوازیں
اور اس کے ساتھ ہی لکھتا رہا مقدر بھی

کربلا کے مقتل میں کھڑے ہو کر یہ زاویۂ نگاہ ڈالنا کوثر زیدی کی نہ صرف عمیق النظری کا ثبوت ہے بلکہ اُن کے تجسّس آمیز رُجحان اور کوثری لہجے کا بھی مظہر ہے"

کربلا کا ایک اہم ترین کردار۔ سپہ سالار حضرت عباسؑ علمدار کا ہے۔ اس کردار کی علمداری اور عمل داری کا خوبصورت عکس کوثر کے آئینۂ کلام میں ملاحظہ ہو۔

اِک نظر ڈالی ہی تھی بس سرسری عباس نے
مستقل دریا کو دیدی تھرتھری عباس نے

=

شمر کے ماتھے پہ شرمندہ پسینہ ہوگیا
بات ہی کہدی تھی کچھ اتنی کھری عباسؑ نے

=

خون سے پانی پہ لکھی ہیں وفا کی آیتیں
یوں دکھائی، نہر پر کاریگری عباس نے

اور بھی اس سلسلے کے کئی اشعار۔ حقیقت یہ ہے کہ کوثر زیدی نے یہ روایتی صنف اور قدیم موضوعِ سخن پر اپنی اختراع پسندی کے ذریعہ نئے اور کامیاب تجربے کئے ہیں اور اسے ایک مخصوص فکری نہج دینے کی کوشش کی ہے۔"

عظیم امروہوی

دربار شاہ ولائت،
امروہہ، یوپی،

از جناب رضا صاحب سرسوی (سرسی۔ ضلع مراد آباد۔ یوپی)

"کوثر کوثر" "کوثر کوثر"

میری جان کوثر میری شان کوثر میری پہچان کوثر میرا ایمان کوثر
میرا دل کوثر میرا ساحل کوثر میری منزل کوثر میرا حاصل کوثر
میری عزت کوثر میری نیت کوثر میری قسمت کوثر میری دولت کوثر
میری آبرو کوثر میری جستجو کوثر میری گفتگو کوثر میرے آنسو کوثر
میری آہیں کوثر میری آنکھیں کوثر میری سانسیں کوثر میری راہیں کوثر
میرا گلشن کوثر میرا دامن کوثر ۔ میرا آنگن کوثر میرا مسکن کوثر
میرا قبلہ کوثر میرا ماتم کوثر میری عید کوثر میرا محرم کوثر

ہم غلامانِ حیدر کرار شہزادیٔ کونین کے نمک خوار حسینؑ کے عزادار زینب و عباس کے وفادار دن رات "کوثر کوثر" کی دُھن میں شہر شہر بستی بستی گاؤں گاؤں کوچہ کوچہ علیؑ علیؑ کے نغمے پاک نسلوں تک پہنچا رہے ہیں اسی راستہ پر ایک پیکرِ خلوص۔ تصویرِ وفا سچا عزادارِ حسینؑ بھی ہمارا ہم سفر ہے۔ یہ مسافر کوثر۔ بنامِ کوثر زیدی کیرانوی جو چاہنے والوں کی بھیڑ میں اپنے دونوں ہاتھوں سے الفاظ کے کٹوروں میں بھر بھر کر مئے عرفانِ اہلبیتؑ اشعار کی صورت میں تقسیم کر رہا ہے اور چاروں طرف سے عزادارانِ امامِ مظلوم صدا دے رہے ہیں:
"کوثر کوثر" "کوثر کوثر"

محتاجِ دُعا: تمنائے قطرۂ کوثر
رضا سرسوی، ۱۹ مارچ سنہ ۱۹۹۳ء

(ناشر نقوی امروہوی۔ ایڈیٹر جمنانٹ، ہریانہ اردو اکادمی)
پنچکولہ۔ چنڈی گڑھ،

شمعِ معرفت کی روشنی

لائقِ ہزار تعظیم ہیں وہ شعرا، جو اپنے افکار و اظہار کی شگفتگی کے لئے لہجے کا تاثر باب العلم سے حاصل کرتے ہیں اور جو پاتے ہیں وہ اپنے پیاسے سماج کو سیراب کرانے کیلئے کوثر و تسنیم کی طرح بہا دیتے ہیں۔

عقیدت و محبّت کے کوثر سے دُرِ بے بہا سمیٹ کر آج جو گنتی کے شعراء موجودہ عہد میں اپنے اشعار سے شعور کی بیداری کا کام کر رہے ہیں ان میں ایک نام کوثر زیدی کیرانوی کا بھی ہے۔

کوثر زیدی عرفانِ ذات کے مُبلّغ شاعر ہیں۔ حقیقت نگاری کا شیوہ اور مروّت ان کا مزاج ہے۔ حقیقت سے مروّت اور مروّت سے عقیدت تک ان کے ہر منظر میں وہ پس منظر جلوہ گر ہے جس کی کڑیاں اور سلسلے اس حُریت پسندانہ سرچشمے سے وابستہ ہیں جس کا ایک نام محمدؐ اور دوسرا نام حُسینؑ ہے (محمد حسین) ظاہر ہے کہ مدینے سے نجف اور نجف سے کربلا تک صداقتوں کا جو بحرِ بیکراں ہے کوثر کا تعلق اس سے ہونا بھی چاہیے۔

میں نے کوثر کو پڑھا بھی ہے اور سُنا بھی لیکن اس سے زیادہ انھیں محسوس کیا ہے اور ان کے کلام کو محسوس کر کے یہ اخذ کیا ہے کہ وہ حقیقت پر عقیدت کے پردے ڈالنے کے قائل نہیں ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں سچے دل سے کہتے ہیں اور اپنے ممدوح

کے کردار کی آفاقیت کو اُجاگر کر کے اپنی ذات اور اپنے سماج کی باوقار تشکیل کے لئے عمل پیرا ہیں۔ زیرِ نظر "کوثر کوثر" میں ان کے ایسے ہی کلام کی ضو پاشی ہے،

گدائے شاہِ نجف ہیں یہ شان ہے اپنی ــــــ بڑے بڑے ہمیں جُھک کر سلام کرتے ہیں
ثنائے آلِ محمدؐ کا فیض ہے کوثر ــــــ ہم اپنا خود بھی بڑا احترام کرتے ہیں

مجھے کوثر زیدی نے "کوثر کوثر" کا مسودہ چند جملے لکھنے کے لئے ارسال کیا تھا اور صرف چند گھنٹوں میں واپسی کا مطالبہ بھی تھا۔ ظاہر ہے کہ میں نے صرف سرسری نظر سے ان کے اشعار دیکھے اور مسودہ واپس کر دیا۔ "کوثر کوثر" کے قطعات اور اشعار نے میرے وجود میں ایک تشنگی بھڑکا دی۔

جن اشعار نے مجھے پورے مسودے کو نہ دیکھنے دیا وہ یہاں درج کئے دیتا ہوں تاکہ آپ بھی پہلے ان اشعار کی خوبصورتی۔ ان کے اسلوب، ان کی اثر پذیری گیرائی اور گہرائی کا جائزہ لیں۔ ان اشعار کو۔ کوثر کوثر کا ساحل نہ سمجھیں۔ اس لئے کہ آپ کو بھی اپنے مطمع نظر سے ایک الگ ساحل بنانا ہوگا۔

پیاس کے سر ہے فتح کا سہرا ــــ کون نظر پانی میں بھگوئے
ہمراہ ترے رہتی ہیں مصروفِ عبادت ــــ زنجیر کی کڑیاں ہیں کہ تسبیح کے دانے
غمِ شبیرؑ پر کردوں نچھاور ــــ مرے مولا مجھے ایسی خوشی دے
یارب ملے وہاں بھی عزاخانہ حسینؑ ــــ اس شرط پر مجھے تری جنّت قبول ہے
اک نظر ڈالی ہی تھی بس سرسری عباسؑ نے ــــ مستقل دریا کو دیدی تھرتھری عباسؑ نے

کوثر زیدی کے کلام میں سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے افکار کو اپنا ذاتی لہجہ اور ذاتی اظہار دیا ہے۔ نیز اپنی اس مدحیہ شاعری کو آج کے لئے ادبی رجحانات کے ساتھ پیش کیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ "کوثر کوثر" مدحیہ شاعری میں ایک صحیفۂ ادب کی حیثیت سے قبول کیا جائے گا۔ اس کی مقبولیت کے لئے دل کی گہرائیوں سے دُعا گو ہوں۔

نامشؔر نقوی امروہوی

۱۴؍مارچ ۱۹۹۳ء

میری دُعاؤں سے وابستہ

میرے کوثر بھائی

کسی ایسے انسان کے فن یا شخصیت پر کچھ لکھنا، جس سے جذباتی لگاؤ
ہو، انتہائی مُشکل کام ہے۔ چونکہ جذبات کی رَو میں اگر "قصیدہ خوانی" ہو جائے تو جانبداری
کا الزام اپنے سر، اور انتہائی احتیاط سے کام لیا جائے تو بھی "اندیشوں" سے تحفظ کی گارنٹی
نہیں ہے۔ اور مَیں اس وقت اسی مُشکل مرحلے سے گُزر رہا ہوں۔

میرے بڑے بھائی جناب "محمد حُسین کوثر زیدی کیرانوی" نے حکم "صادر" فرمایا ہے
کہ مَیں اُن کے زیرِ نظر مجموعے "کوثر کوثر" پر کچھ لکھوں۔ بہ الفاظِ دیگر اپنی کم علمی کو خود ہی طشت
از بام کروں۔ بہرحال، بڑوں کے حکم کی تعمیل واجب ہے، لہٰذا اُس سے الفاظ کی بھیک مانگ کر
چند جُملے لکھ رہا ہوں، جس کا نام لے کر لڑکھڑاہٹ بھی ثابت قدمی بن جاتی ہے۔

انسانی جذبات میں سب سے اہم دو ہی جذبے ہیں۔ محبت اور نفرت۔ وِلاء اور
برارت۔ اور جذبہ تخلیق اظہار کا نام ہے، خواہ ذات ہو یا صفات۔ اس لئے ہر تخلیق کار نے
ان دونوں جذبوں کے اظہار کو ہی اپنے حق کی بُنیاد بنایا ہے۔ وِلاء اور براءت کے جذبے موجود

اور غیر موجودات کی شرط سے آزاد ہوتے ہیں، بلکہ کبھی کبھی تو غیر موجود کو موجود اور موجود کو غیر موجود بنا دیا کرتے ہیں۔ اب کتنی عمدگی اور مہارت کے ساتھ محبت اور نفرت کے پیکر تراش لئے جاتے ہیں۔ یہی معیارِ فن ہے۔ اسی لئے ازل سے مدح اور قدح کا وجود ہے اور فن کی ابتداء سے مدح اور منقبت کا وجود ملتا ہے۔

مگر جہاں تک مدح محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تعلق ہے، یہ وہ میدان ہے جہاں موجود اور غیر موجود کی کوئی بحث نہیں ـــ چونکہ یہ ذوات قدسی صفات ہیں جو ازل سے بھی پہلے اور ابد کے بھی بعد تک موجود ہی ہیں۔ ان حضرات کے لئے "تھے" کا لفظ استعمال ہونا ہی نہیں چاہئے۔ تو جہاں ممدوح ایسی ذات ہو، وہاں فنکار کے لئے جہاں مدح کے گوشے تراشنا بہت سہل کام ہوتا ہے وہیں ان موضوعات کو برتنا اتنا ہی مشکل کام ہوتا ہے، چونکہ ایک لغزشِ خام جہنم رسید کر جائے گی۔ لیکن کوثر بھائی ان گنے چنے فنکاروں میں ہیں جنھوں نے اس باریکی اور نزاکت کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھا۔ ممدوح کی منقبت ہو یا اعداء سے براءت ـــ انھوں نے کسی بھی مقام پر توازن اور اعتدال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے۔ یا یوں کہوں کہ ان کا قلم مضبوط ہاتھوں والا بھی ہے اور ثابت قدم بھی ہے۔ اس لئے نہ دامنِ عقیدت چھوٹنے کا خطرہ ہے اور نہ کسی ڈگمگاہٹ کا خدشہ۔

ایک بات اور عرض کرتا چلوں ـــ مضمون کے ساتھ شعر کوڈ کرنا بھی روایت ہے، لیکن میں اس روایت کا قائل نہیں ہوں۔ اس لئے میں نے کوئی شعر کوڈ نہیں کیا ہے۔ ویسے بھی مجھے ان کے سب اشعار اچھے لگتے ہیں۔ اس لئے دو چار اشعار کے ساتھ امتیازی سلوک کر کے بقیہ شعروں کی نگاہ میں برا بننا مجھے

اچھا نہیں لگتا ۔ یوں بھی اچھے شعر تک پہنچنا خود قاری کا کام ہے ۔

آخری بات براہِ راست کوثر بھائی سے ـــــ کہ آپ میری خواہشات سے نہیں، میری دعاؤں سے وابستہ ہیں ۔ چونکہ بقول حضرت نصیر ترابی:

"خواہشیں صرف تکمیل تک اپنا اثر رکھتی ہیں اور دُعائیں اپنی تکمیل کے بعد بھی ہر آن جاری و ساری رہتی ہیں ۔"

انھیں چند الفاظ کے ساتھ یہ اعتراف کرتے ہوئے رخصت چاہتا ہوں کہ ـــــــــــــــــــ

"حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا"

ساقیٔ کوثر کے غلاموں کا غلام

۳۰ر نومبر ۱۹۹۳ء

نیّر سرسوی

از جناب سید حسین علی زیدی (محمود پور سنبھل ہیڑہ مظفر نگر)
برادرم کوثر صاحب

شوق سلام قبول فرمائیں۔

آپ کے چاہنے والوں کے لئے نہایت خوشی کا مقام ہے کہ ان کے محبوب شاعر کے مجموعۂ کلام کی پہلی قسط بعنوان "کوثر کوثر" تکمیل کے مراحل میں تو آئی، ورنہ میں۔ جو کم از کم پانچ چھ سال سے تقاضہ کرتا چلا آرہا تھا تو کسی حد تک مایوسی کا شکار ہو چلا تھا۔ بہر حال مجھے بے حد خوشی و مسرت ہے پیشگی مبارک باد قبول فرمائیں۔

آواز کی خوشبو

قارئین کرام واقعاتِ کربلا سے عالمِ انسانیت بخوبی واقف ہے۔ کربلا کے جیالوں کی عظیم قربانیاں۔ عظیم کارنامے ایک مکمل داستان کی صورت میں جیسے اُفقِ تمدن پر جلوہ گر ہوئے۔ زندہ ذہنوں اور دھڑکتے ہوئے دلوں نے اپنے شعور کی تمام تر بیداریوں کے ساتھ امامِ عالی مقام اور اُن کے رفقاؑ کی قربانی کی داستان اور اُس سے ملے درس کو محسوس کیا۔ اسی کا اندازہ اس طرح لگائیے کہ آج تک کسی داستان کو امام حسینؑ کی داستان پر فوقیت حاصل نہ ہو سکی۔

شعور کی آواز یہی ہے اگر ہم تمدن کے راستوں پر کہکشاں بچھانا

چاہتے ہیں۔ اگر ہم زندگی کی پتھریلی سرزمین کو پھولوں کی پتیوں سے زیادہ نرم بنانا چاہتے ہیں۔ اپنے ماحول کو عدالت پرور اصولوں سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں تو کربلا کے شہیدوں کی داستان دوہرائیں۔ داستان دہرانے کے دو ہی طریقے ہیں خواہ نثر میں دوہرائیں خواہ نظم میں لیکن ایک ہی مقصود ہے۔

ہم یہاں ایک شاعر کے محاسنِ شعری پر گفتگو کر رہے ہیں لہذا ہمارا موضوع اب کربلائی ادب ہوگا۔

جناب محمد حسین کوثر زیدی کیرانوی۔ کیرانہ وہ مردم خیز قصبہ ہے۔ عہدِ مغلیہ میں نواب مُقرب علی کا وطن مالوف یہی قصبہ تھا۔ صاحبانِ علوم وفنون کی کثیر تعداد اس قصبہ نے پیدا کی ہے۔ آج بھی شاعری کی دُنیا میں ہندوستان گیر شہرت کے مالک شعراء جناب مشیر جھنجھانوی مرحوم آپ کا اصلی وطن کیرانہ ہی تھا پروفیسر تنویر علوی صاحب رزمی صاحب اور جناب کوثر زیدی صاحب نہ صرف اپنے قصبہ بلکہ پورے ضلع کی نمائندگی فرما رہے ہیں۔

جناب کوثر زیدی صاحب بڑے سلیقے سے شعر کہتے ہیں طبیعت میں سوز و گداز ہے، لہذا کلام میں رثائیت زیادہ ہے۔ اُن کے کلام کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ہر شعر محبت حسینؑ کی خوشبوؤں سے معطر ہے۔

کوثر زیدی کی شاعری میں فنکارانہ صلاحیت اور کوثر و تسنیم میں دُھلی ہوئی زبان دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ شاعری کی دوسری اصناف سخن میں علم و دانش فکر و ہمت، اور ماحول کے سہارے بھی سخن آرائی ممکن ہے لیکن مرثیہ ہو یا مُسدّس۔ سلام ہو یا نوحہ اس کا چراغ صرف خون جگر سے جلتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ زبان کا رس، لفظوں کی آمیزش اور خیال کی

دلکشی ساتھ نہ ہو تو سامع پر ہر مصرعہ بوجھ بن جاتا ہے۔
کوثر صاحب ان باتوں کا پورا خیال رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ
موصوف کا یہ خیال ان کے مستقبل کی تابندگی کے لئے مفید ہے "
کوثر زیدی صاحب نے کہیں ہندی الفاظ کا جادو جگایا ہے،
کہیں غزل کے آلام و رموز کو سلام کے لئے خلاقانہ انداز میں صرف کیا ہے۔
اور کہیں کہیں تو غزل کے نئے لہجے کو رام کیا ہے۔ میں اس کی تاویل یوں
پیش کرتا ہوں کہ جب محبتِ رسولؐ و آلِ رسولؐ کسی کی زندگی کی سب سے
بڑی حقیقت بن جائے تو ہر لہجہ، ہر اسلوب بلکہ ہر لفظ اس کے تابع ہو جاتا ہے۔
کوثر جیسے ہی شاعر لفظوں کو بھی مسلمان کر لیتے ہیں۔
ہر مقدس لفظ کو کوثر حوصلہ دینے لگا — جب فضاؤں میں رقم کرنے لگا شبیرؑ
فکر کی اعلیٰ صلاحیتوں کو ادب عالیہ میں ہی سمویا جا سکتا ہے۔
کوثر زیدی کی شاعری کا ہر لفظ ہر جملہ ہر شعر ادب عالیہ ہے۔
میری نظریں تو قلم کے نقش پا پر رک گئیں — اور قلم لیتا رہا بوسے مری تحریر کے
اب قلم میں اور مجھ میں فرق ہے تو اتنا سا — یہ حسین لکھتا ہے میں حسینؑ پڑھتا ہوں
ممکن ہے ان کی شاعری پر دقیق نظر ڈالنے والے حضرات محاسنِ شعری
کے متلاشی ہوں، مگر ان کے لہجے کی بے ساختگی سے کون انکار کر سکتا ہے
ان کا کلام ایک ایسے شفاف دریا کی مانند ہے جس میں محبتِ اہل بیت
کی لہریں موجزن ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُن کے کلام میں قدامت کے ساتھ
ساتھ جدت کا جو پیوند لگا ہوا ہے اس سے ان کے کلام میں ایک عجیب
ندرت پیدا ہو گئی ہے۔

اب تک صدا یہ آتی ہے قبرِ رسولؐ سے　　پتھر پڑے ہوئے ہیں جواہر کے آس پاس
"سورج اپنی ساکھ نہ کھوئے　　پیاس ہنسے اور دریا روئے"
جس میں مہکیں گے قیامت تک وفاؤں کے گلاب
کربلا میں وہ لگائی نرسری عباسؑ نے

کربلا اور کربلا والوں کا تذکرہ کوثر کا جُزِ ایمانی ہے۔ اس میں عقیدہ کی گہرائی کے ساتھ اُن کی رگوں میں دوڑنے والے خون کی بھی جلوہ فرمائی ہے اگر ان کی شعر گوئی کا یہی حال رہا تو انشاءاللہ ہم اُنھیں ایک عظیم شاعر کے روپ میں دیکھیں گے۔

آخر میں اتنا اور عرض کرتا چلوں۔ مجالس و محافل منعقد کرنا اور اُن میں شرکت کرنا کوثر صاحب نے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے۔ اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

"محفلِ جشنِ حسینؑ"، جو موصوف اپنے وطن کیرانہ میں گذشتہ سات آٹھ سال سے عظیم پیمانے پر منعقد کر رہے ہیں جس میں ملک کے گوشہ گوشہ سے نامور شعراء اہلبیت نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں بلاشبہ یہ ہمارے ضلع کی ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی عظیم الشان محفل ہے۔ راقم الحروف اس محفل میں بارہا شرکت کی سعادت حاصل کر چکا ہے۔ سید علی حیدر زیدی (برادرِ خورد کوثر زیدی) جو اس محفل کے روحِ رواں ہیں بڑی صفات کے مالک ہیں۔ رضی حیدر و شرافت حسین زیدی برادرزز (برادر کوثر زیدی) صداقت حسین زیدی (صاحبزادہ کوثر) و دیگر مومنین کیرانہ جس خلوص و محبت سے مہمانوں کی پذیرائی

کرتے ہیں وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

سیّد حسین علی زیدی
محمود پور سنبھل ہیڑہ (مظفر نگر)
مورخہ ۶ر مارچ سنہ ۱۹۹۳ء

از جناب جعفر زیدی صاحب (سکریٹری درگاہ باب الحوائج)
بگھرہ۔ مظفر نگر،

مکرمی ومحترمی جناب کوثر زیدی صاحب
السلام علیکم!

مجھے یہ جان کر بے حد مسرّت ہے کہ آپ کا پہلا مجموعۂ کلام "کوثر کوثر" زیرِ طبع ہے۔ یقیناً یہ مجموعۂ کلام اہم خصوصیات کا حامل ہونے کے علاوہ آپ کے کلام کی اقدار۔ زبان وبیان اور اسلوب کا بھی اعلیٰ نمونہ پیش کرے گا۔ آپ کے کلام کے باذوق حلقے کی دلی خواہش تھی کہ ایسا کوئی مجموعہ معرضِ وجود میں آجائے اور آپ کو شاعرِ اہلبیت کی باقاعدہ سند مل جائے۔ خدا کا شکر بھی اور دُعا بھی۔ " اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ"

ویسے تو آپ اپنے بلند پایۂ کلام سے ملّت کی بہت عرصہ سے خدمت کرتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن گذشتہ پانچ چھ سالوں سے بگھرہ مظفر نگر کی سالانہ مجالسِ عزا کے موقعہ پر محفلِ مقاصدہ۔ تمام علماء کرام اور زائرین عظام

کے ذوق وشوق کا ایک اہم مرکز بن چکا ہے۔ میں اپنی اور تمام ارکانِ انجمن عارفی بگھرہ کی جانب سے آپ کو اس کارِ عظیم اور مبارک موقعہ پر دلی خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی آپ اپنے مایۂ ناز کلام کے ذریعہ ملک وقوم کی مزید خدمت کرتے رہنگیے آمین۔

والسلام

احقر جعفر زیدی

گوتم پوری۔ دہلی ۵۳

۱۵ / مارچ ۱۹۹۱ء

(از جناب عمر دراز صاحب دیوبندی، (قلعہ۔ دیوبند، یوپی)

نسبتِ کوثر

نام سید محمد حسین زیدی۔ تخلّص کوثر

تعجب ہے اور اتفاق بھی۔ کہ محمدؐ بھی اہلِ کوثر۔ حسینؑ بھی اہل کوثر۔ زیدی بھی اہل کوثر اور کوثر تو ہے ہی کوثر۔

کوثر کیرانوی جن کا نام کوثر۔ نسبت کوثر۔ تخلّص کوثر۔ جس کا اخلاق کوثر کی طرح حسین۔ جس کا کردار کوثر کی طرح شفاف۔ اخلاص کوثر کی طرح عظیم پرواز کوثر کی طرح بلند۔ اشعار کوثر کی طرح شیریں۔ احساس کوثر کی طرح پاک۔ جذبات کوثر کی طرح عظمت کے آئینہ دار۔ الفاظ کوثر کی لہروں کی تخلیقی ذہانت کے منظہر۔ مفہوم کوثر اور اہلِ کوثر کے اوصاف اور مدح کا علم بردار۔

دریائے فرات کی لہروں سے چل کر زم زم کی موجوں پر نظر رکھتے ہوئے کوثر کی گہرائیوں تک پہونچنے کا عزم لئے ہوئے خیالات۔ خودداری کوثر والوں کی آن کی غماز۔ صبر و استقلال کوثر والوں کی شان کی تصویر عزم و ہمت کوثر والوں کی شوکت و وحدانیت کی مظہر۔

علمی کارنامے کوثر کے لئے۔ تہذیبی کارنامے کوثر کے لئے، اخلاقی کارنامے کوثر کے لئے۔ کوثر کیرانوی کے نام کی عظمت کوثر تک۔ تخلّص کی عظمت کوثر تک۔ نسبت کی عظمت کوثر تک۔ اشعار کی عظمت کوثر تک۔ مفہوم کی عظمت کوثر تک مجموعۂ کلام کی عظمت کوثر تک۔ اور کوثر کی عظمت کوثر تک۔

میری دُعا ہے کہ خداوند قدوس کوثر والوں کے صدقے میں کوثر کے مجموعہ کلام "کوثر کوثر" کی عمر دراز کرے۔

اور تمام متعلقین۔ قارئین۔ سامعین کو کوثر والوں کی زیارت اور کوثر کی لذت سے نوازے۔ الھم آمین۔

عمر دراز دیوبندی

۹ مارچ ۱۹۹۳ء

(الحاج سید محمد زیدی کربلائی، ٹیلہ سادات کیرانہ مظفر نگر)

معراجِ تخیّل

برادرم کوثر صاحب

السلام علیکم!

"کوثر کوثر" کا مسودہ نظر سے گذرا۔ آپکے نوحے اور قطعات، سلام پڑھے بہر حال باب العلم سے ہوتا ہوا جب محمدؐ اور "حسینؑ" کے شہروں میں داخل ہوا تو بصارت کی کمزوری کے باوجود مجھے "کوثر کوثر" اپنی جولانیوں اور تابناکیوں کے ساتھ اہلِ بیتؑ کی مدح وثنا کرتا ہوا چھ تشنہ لب کے فراق میں موجیں مارتا ہوا نظر آرہا تھا۔ ایک طرف چودہ ساقی ہاتھوں میں لبریز پیمانے لئے ہوئے کسی میں سامرہ کا مزا تو کسی میں کاظمین کی خوشبو۔ کسی میں خراسان کا ذائقہ۔ تو کسی میں کربلا کی مٹی کی چاشنی۔ کوئی مدینہ کا بنا ہوا اور اُس پر نجف کی مُہر لگی ہوئی (اسلئے کہ ان مقاماتِ مقدسہ کی زیارت سے شرف یاب ہو چکا ہوں) ایک طرف بہتر شہید جو کوثر سے سیراب ہوکر کربلا کے مصلّے پر سورۂ کوثر کی تلاوت کر رہے ہیں۔ "کوثر کوثر" پر میری نظر پڑنے ہی میری آنکھوں کی بصارت زلیخا کی جوانی کی طرح لوٹ آئی۔ اور مجھے محسوس ہوا کہ جیسے میری بصارت گئی ہی نہیں تھی۔ اب شاعرِ اہلبیتؑ سید محمد حسین کوثر کے کلام کا پرچم میرے سامنے لہرا رہا تھا۔

ہمارے شعروادب کے ممتاز شعراء نے اصناف شاعری کی ہر صنف کو اپنایا اور پروان چڑھایا۔ لیکن بعض شعراء کا ذخیرہ کسی نہ کسی وجہ سے ضائع ہو گیا

خاص طور سے مرثیوں اور رُباعیات وغیرہ پر کم توجہ دی گئی۔ مثلاً صفی لکھنوی غزل اور نظم کے بڑے شاعر تھے لیکن انھوں نے مرثیے بھی تصنیف کئے مگر ان کا آج ایک بھی مرثیہ دستیاب نہیں۔ مرزا رُسوا بحیثیت ناول نگار بہت مشہور ہوئے لیکن وہ ایک اچھے شاعر اور مرثیہ گو بھی تھے ہندوستان اور پاکستان میں اُن پر ابتک دو تحقیقی مقالے لکھے گئے مگر ان میں مرزا رُسوا کی مرثیہ گوئی کا کوئی ذکر نہیں۔ انہی ادبی حادثات کے پیش نظر شائد محمد حسین کوثر کو بھی یہ احساس ہوا ہو کہ کہیں مستقبل میں اُن کا کلام بھی معدوم نہ ہو جائے۔ اس لئے افرادِ ملت اور احباب گرامی قدر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے خلوص کا سرمایہ کتابی شکل میں ظاہر کر دیا۔

الحمد للہ! کہ وہ ساعت آہی گئی اور "کوثر کوثر" کے عنوان سے یہ تحفہ کوثر نے سرکار شہادت۔ تاجدار انسانیت حضرت امام حسین اور آئمہ معصومین کی بارگاہ میں پیش کرنے کی جسارت کرلی۔

کوثر صاحب نے فکری موضوعات اور جدید فنی تقاضوں کو سامنے رکھ کر اپنے کلام کو ایک نیا رنگ و آہنگ دیا ہے۔

درحقیقت انھوں نے اپنی شاعرانہ زبان میں خطیبانہ انداز لے کر اپنے مقصد کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور کہیں کہیں تو چیلنج بھی دیا ہے۔

ہر مصیبت میں کام آتے ہیں ۔ تو جو کہتا ہے یا علیؑ کیا ہے
معترض آزما کے دیکھ ذرا ۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

حضرت ختمی مرتبت کی وفات کے بعد منافقین نے اسلام کا چہرہ مسخ کر دیا تھا جب منافقین کی سازشوں نے بہت سر اُٹھایا تو امام حسین نے ہمیشہ کے لئے

ان سازشوں کو کچلنے کا حکم دیا۔ اور میدان کربلا میں مجاہد حق کی صورت میں نمودار ہوئے اور یزید کو شکستِ فاش دے کر فتح حاصل کی جس کو کوثر زیدی صاحب نے ایک نئے انداز سے پیش کیا ہے۔

تاحشر اُٹھ سکے گا نہ بیعت کا اب سوال
قربانیٔ حسینؑ وہ سامان کر گئی
صُبحِ یزید ہار کے جیسے ہی چپ ہوئی
شامِ حُسینؑ فتح کا اعلان کر گئی

کوثر صاحب نے اپنے کلام کو نئی فکر اور نئی روح سے آشنا کیا ہے اور اپنے کلام میں بلند آہنگی پیدا کرنے کے لئے ایک نئے انداز کو اپنایا ہے اور اس میں بڑے گھن گرج کے ساتھ کامیابی حاصل کی ہے اور کہیں کہیں عقیدت جذبات نے مناجات کا رنگ بھی اختیار کر لیا ہے۔

میر انیسؔ کی وفات کو سو سال سے زیادہ گذر چکے ہیں لیکن آج بھی اُن کے کلام میں وہی تازگی وہی دلکشی وہی جاذبیت وہی تاثر ہے جو اُن کی زندگی میں تھا اور کوثر صاحب ماشاء اللہ ابھی حیات ہیں۔ خدا انھیں عمرِ نوح عطا کرے۔ آمین۔

اس لئے ان کی زندگی میں ان کے کلام کو جو مقبولیت ملی ہے وہ علم و ادب کے ساتھ معمولی سا تعلق رکھنے والے پر بھی بخوبی روشن ہے۔ خدا کرے کہ زورِ قلم قوت فکر۔ پروازِ تخیّل اور زیادہ۔

خیر اندیش
سید محمد زیدی
۲۴ فروری ۱۹۹۳ء

سیّد محمد حسین زیدی کوثرؔ کبرانوی اور میں

میں کوثرؔ کبرانوی کو پچھلے بارہ پندرہ سالوں سے جانتا پہچانتا ہوں۔
بردبار، حلیم، دراز قد، مستحکم خیالات، تصنع اور بناوٹ سے بالکل دور، کم گو لیکن پرکشش آواز، مومن بھی اور نمازی بھی، حق شناس بھی اور حق شعار بھی، محاذ شاعری پر ایک غازی بھی، سیاہی مائل رنگت، پختہ گو اور مشاق شاعر، ولائے اہلبیت میں غرق، دل مودّتِ ابوتراب سے لبریز، چوڑی اور اونچی پیشانی پر معبودِ حقیقی کے آگے سجدہ ریزی کا نشان رکھنے والا سید محمد حسین زیدی المتخلص کوثرؔ کبرانوی موصوف نے پہلی بار انجمن جشن مولودِ کعبہ کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے "جشن مولود کعبہ" محلہ حقانی۔ امروہہ میں شرکت کی اور اُسی سال سامعین کے کانوں میں اپنی سریلی آواز کا رس گھول دیا اور ہمیشہ کے لئے ان کے سینوں پر اپنے انوکھے قطعات و قصائد کی چھاپ لگا دی۔

میں کوئی شاعر یا تبصرہ نگار نہیں ہوں جو ان کی شاعری پر تبصرہ کروں یہ کام تو اہل علم و فن کا ہے میں تو بس "کوثر سے محبت رکھنے والا ہوں۔ ان کا احترام کرنا میرا اولین فریضہ ہے۔ کیوں کہ کوثرؔ زیدی مدّاح پنجتن ہیں۔ ان کا نعتیہ کلام ہو یا غزل، رُباعی ہو یا قطعہ، مسدس ہو یا قصیدہ، نوحہ ہو یا سلام روحانیت اور عقائد سے بھرپور ہوتا ہے ان کے کلام میں وضاحت، متانت لطافت، نفاست، نزاکت، سلاست، حلاوت، ملاحت و صداقت

کے جلوے ہی جلوے نظر آتے ہیں۔ جشن مولودِ کعبہ امروہہ میں شرکت کے لئے
ان کو کسی دعوت نامے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ بلا کسی تاخیر کے طے شدہ
تاریخ (۱۳ رجب) کو امروہہ پہونچتے ہیں اور حضرت علیؑ کی بیٹی جو بنام
جشن مولودِ کعبہ منائی جاتی ہے شرکت کرتے ہیں علاوہ ازیں انہوں نے جن
نامور شعرا حضرات کو متعارف کرایا ان میں سے کچھ اسمائے گرامی اس طرح
ہیں صوفی اکرام صابری کلیر شریف، منظر نانوتوی، افضل منگلوری، عمر دراز
دیوبندی وغیرہ وغیرہ۔

کوثر صاحب نے "کوثر کوثر" میں محبتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا اپنے قطعات
وقصائد کے ذریعے ایک ایسا گلشن سجا دیا ہے کہ جس کے ہر پھول سے حتیٰ کہ
ہر کلی سے کوثر کی خوشبو آرہی ہے۔

"کوثر کوثر" آپ کے سامنے ہے آپ کو ان کے اشعار میں بے ساختگی
شائستگی، زبان کی چاشنی اور دل آویزی سب کچھ ملے گی آپ کو اندازہ
ہوجائے گا کہ وہ کتنے اچھے اچھے شعر کہتے ہیں اور شعر کی نوک پلک کو بڑی
گہرائی سے دیکھتے ہیں۔ اہل سخن اہل ادب، اہل علم اور اہل نظر حضرات سے امید ہے
کہ "کوثر کوثر" کا حسبِ حیثیت اور شایانِ شان استقبال کریں گے۔

سید محمد حسین زیدی کوثر کیرانوی ایک ممتاز شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ
وہ ایک ممتاز انسان بھی ہیں بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہوں کہ انکو صحت
کُلی عطا فرمائے اور ان کی عمر دراز کرے تاکہ وہ بھرپور طریقے سے خدمتِ اہلبیت
کرتے رہیں (آمین ثم آمین)

سید قاسم رضا نقوی امروہوی

سکریٹری انجمن جشن مولود کعبہ، محلہ حقانی۔ امروہہ،
مقیم حال:۔ آندھرا بھون، اشوک روڈ ۱ نئی دہلی ۱

از جناب مولانا صوفی محمد اکرام صاحب صابری (ایڈیٹر ماہنامہ "عزیز کلیر" زرگاہ کلیر شریف)
(ہردوار)

یا علیؑ مدد

میرے محسن کرم فرما کوثر زیدی صاحب

السّلام علیکم!

میں نے جیسے ہی سُنا کہ آسمانِ مدحِ اہلبیتؑ پر خاور مناقب پنجتن پاکؑ و آئمہ طاہرینؑ۔ بڑے آب و تاب سے بشکل "کوثر کوثر" طلوع ہونے والا ہے۔ بڑی خوشیوں کی انتہا نہ رہی میں اس زبردست کامیابی پر کوثر زیدی صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اس کامیابی کو میں معجزۂ مولائے کائنات کہوں گا۔ اور واقعہ بھی یہی ہے۔ کوثر صاحب محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ اتنا میں ضرور کہوں گا کہ میرے محسن ہیں اور منقبت اور قصائد کی دُنیا میں مجھے متعارف کرانے والے کوثر صاحب ہیں۔ ان کے مجھ پر بڑے احسان ہیں۔ مداحان اہلبیتؑ کی فہرست میں ان ہی نے میرا نام لکھایا۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ اور بھی مجموعے ان کے کامیابی سے جلد محبّانِ اہلبیتؑ کے ہاتھوں میں آویں۔ اور ان کی یہ خدمت قبول بارگاہِ آلِ محمدؐ ہو۔ مثل فرزدق۔ آمین

صوفی اکرام صابری

۲ر مارچ ۱۹۹۳ء

(جناب سید آلِ محمدؐ صاحب منظر زیدی" نانوتہ ضلع سہارنپور")

صہبائے مودّت

عشق و ایثار کا نذرانہ ہے کوثر کوثر
مۓ اخلاص کا پیمانہ ہے کوثر کوثر

جس میں صہبائے مودّت کے ہیں ساغر رقصاں
ایسا ایمان کا میخانہ ہے کوثر کوثر

فن کا مجموعہ یہ پُر نور ہے کعبہ کی طرح
گویا حیدرؑ کا زچّہ خانہ ہے کوثر کوثر

فکر میں کیوں ڈھلے مجلس و ماتم کی فضا
میرے آقا کا عزا خانہ ہے کوثر کوثر

بوذری فقر سے معمور ہیں اس کے اشعار
حاصلِ سطوتِ شاہانہ ہے کوثر کوثر

ضو فشاں کیوں نہ ہو کوثر کے عقیدے کا چراغ
چودہ معصوموں کا کاشانہ ہے کوثر کوثر

قطرہ با سے ہے کوثر کو جو نسبت منظر
علم و عرفاں کا جلو خانہ ہے کوثر کوثر

منظر زیدی نانوتوی ۲۸ فروری ۱۹۹۳ء

(از جناب سید شاہد حسین صاحب (سکریٹری درگاہِ عالیہ نجفِ ہند جوگی پور بجنور)

تسکینِ روح

اس انکشاف سے روحانی مسرت ہوئی کہ مدح اہلبیت پر مشتمل قطعات و سلام و نوحوں کا مجموعہ بعنوان "کوثر کوثر" زیر اشاعت ہے میں شریک اشاعت قطعات کو پڑھ کر ایک روحانی سکون محسوس کرتا ہوں مدحِ محمدؐ و آلِ محمدؐ میں کہا گیا ایک ایک لفظ باعثِ تسکینِ روح ہوتا ہے۔ اور یہ احساس آپ کے ہر مصرعہ سے ہر شعر سے قارئین و مومنین کو ہوگا۔

کیرانہ (مظفر نگر) شعراء علماء کی سرزمین رہی ہے۔ اور اس سرزمین پر پیدا ہونے والا ہر شاعر۔ ہر شاعر کا ہر شعر ادبی اور مذہبی جذبے کو اُجاگر کرتا ہے۔ آپ کا یہ مجموعۂ کلام "کوثر کوثر" انشاءاللہ نہ صرف قارئین و سامعین کے ذہنوں کو بلکہ عالم اسلام کو نورانی منزلوں سے ہمکنار کرے گا اور انشاءاللہ مقبولیت کی منازل طے کرے گا۔

میری نیک خواہشات آپ کے لئے اور آپ کے مجموعہ کے روشن مستقبل کے لئے حاضر ہیں۔

سیّد شاہد حسین چاند پور ضلع بجنور (یوپی)

المورخہ ۴ر فروری ۱۹۹۳ء

اپنی بات

قارئین کرام! اس سے قبل کہ اپنے بارے میں یا زیرِ نظر مجموعہ "کوثر کوثر" کے بارے میں بطورِ تمہید کچھ عرض کروں، یہ بتانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے آج تک جو کچھ بھی اپنے مشاہدات و تجربات سے اخذ کر کے تک بندی کی شکل میں پیش کیا ہے، اسی کو عوام الناس نے شاعری کا نام دے دیا۔ جب کہ شاعری کے فنی لوازمات میں جہاں قدرتی صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے، وہاں ذاتی صلاحیتوں کی ضرورت بھی لازمی ہے۔

مثلاً، کسی بھی علمی درسگاہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل کر کے ڈگریوں سے آراستہ ہونا۔ پھر زبان و قلم پر دسترس حاصل کرنا۔ مگر بد قسمتی سے میرے حالات نے ان ڈگریوں تک میری رسائی نہ ہونے دی اور خوش قسمتی یہ کہ قدرتی صلاحیتوں سے میرے عزم کو برابر توانائی ملتی رہی۔

بچپن

یہیں سے مدرسوں اور اسکولوں کی تعلیمی تقریبات میں قومی نظمیں اور بیت بازی وغیرہ میں حصّہ لے کر بہت سے انعامات و تمغات حاصل کر کے ایک خاص مقام حاصل کرنے کی کوشش مجھے تک بندی تک لے آئی اور لوگوں نے اسی تک بندی کو شاعری کا نام دے کر مجھے مشاعرے کے اسٹیج تک پہنچا دیا اور سامعین کی بے پناہ حوصلہ افزائی نے محمد حسین زیدی سے کوثر زیدی کا نام دے کر

ادب کے اس لامحدود سفر کے لیۓ مجھ سے عہد لے لیا"

آغازِ شاعری

میری شاعری کا باقاعدہ سفر ۱۹۶۱ئہ سے غزل کے ہمراہ مشاعرے کے اسٹیشن سے شروع ہوتا ہے اُس وقت میری عمر ۱۸ ، ۱۹ سال رہی ہوگی" اس سفر میں حضرتِ مشیر جھنجھانوی مرحوم کی شفقتیں اور حضرتِ مظفر رزمی صاحب قبلہ کی مسلسل محبتیں میری رہبری فرماتی رہیں اس طرح ہندوستان کے مختلف صوبوں، ضلعوں، شہروں کے مشاعروں میں شرکت کرتا رہا اور سفر جاری رہا"

مشاعروں میں جن شعراءِ کرام کے ساتھ میری شرکت رہی ہے مجھے اس پر فخر بھی ہے کہ وہ سب بیسویں صدی کے ممتاز شعراء ہیں۔ جن کے نام تاریخِ اردو ادب کے اوراق پر جلی حرفوں میں لکھے ہوئے ہیں یا لکھے جارہے ہیں ان میں سے چند شعراء زندگی کا سفر مکمل کرکے اس دُنیا سے رُخصت ہوگئے ہیں اور بیشتر شعراءِ کرام بفضلِ خدا بقیدِ حیات ہیں۔

مقاصدے ومسالمے

مقاصدے ومسالمے یا نعتیہ مشاعروں میں میرا داخلہ یوں فطری طور پر ہونا ہی تھا مگر کچھ ذرائع بھی کارفرما اور کرم فرما رہے ہیں جس میں

علمائے کرام اور شعرائے کرام سے لے کر افرادِ قوم یعنی مومنینِ عظّام کی حوصلہ افزائیاں اور کوثر نوازیاں بھی شاملِ حال رہی ہیں۔

ان مقدس و متبرک محافل میں میں نے دیکھا ہے منتظمین و سامعین و شعراء کرام غرضیکہ سبھی لوگ نہایت ہی عقیدت و احترام سے حصہ لیتے ہیں اور بہر صورت محفل کا تقدس برقرار رکھتے ہیں۔

یہاں تمام ماحول خوش گوار۔ ہر طرف نور ہی نور۔ تمام لوگ مخلص،، عجیب روح افزا منظر ہوتا ہے۔ ذکرِ محمدؐ و آلِ محمدؐ تمام شب کرتے رہنے کے بعد بھی دل نہیں بھرتا۔ ہر طرف نعرۂ تکبیر نعرۂ رسالت نعرۂ حیدری یا درود و سلام، مختصر یہ کہ روح اور جسم کو ان محافل سے پاکیزہ توانائی ملتی ہے۔

یہی ذکرِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا معجزہ ہے کہ چودہ سو سال سے یہی ذکر نثر و نظم کے ذریعہ مسلسل ہو رہا ہے۔ اور اس سلسلہ میں میر انیسؔ مرزا دبیرؔ اور اُس عہد کے شعراء نے حسینی ادب کی شمعیں روشن کر کے معاویت کی ظلمتوں سے بچا کر ہر عہد کے خطیب اور ادیب کو پاکیزہ تصوّر و تخیلات کے مے خانوں میں لا کر عقیدت و مودّت کی مے سے سرشار کر کے محمدؐ و آلِ محمدؐ کی مدح کرنے کا سلیقہ سکھا دیا اور کوثر تک پہنچنے کا راستہ بھی بتا دیا۔

مقاصد وں اور مسالمومنیں میرے ہمسفر

اس سفر میں جو شعراء کرام میرے ہمسفر ہیں وہ سب ہی مجھ سے بڑے ہیں اور لائقِ احترام بھی۔ فرداً فرداً سب کا تذکرہ تو ممکن نہیں۔

بس یوں سمجھئے کہ حسینی ادب کی تاریخ کے روپہلے اوراق پر سنہری حرفوں سے
ان کے نام لکھے جارہے ہیں اور سفر جاری ہے"

مجالسِ عزا اور ماتمی انجمنیں

مجالسِ عزا اور جلوس عزا میں بھی بہت سی انجمنوں کے ذریعے خاکسا
کو مومنین نے ہمیشہ اپنی دُعاؤں سے نوازا ہے۔ ان انجمنوں میں میری مقامی
انجمن فیضِ قائم کیرانہ جس کے صاحبِ بیاض میرے ہی برادرِ خورد سید علی
حیدر زیدی اور دیگر نوجوان ہیں۔ یہ انجمن ۱۹۸۴ء سے مسلسل دہلی
دوردرشن (ٹیلی ویژن) اور ریڈیو کے ذریعہ بھی خاکسار کے
کلام کو مومنین تک پہنچا کر میرے لئے دعائیں اکٹھا کر رہی ہیں۔
اس کے علاوہ بہت سی انجمنیں ہیں جو میرا کلام پڑھا کرتی ہیں۔ ان میں خصوصاً
انجمن سوگوارِ حسینی میمن سادات ضلع بجنور، انجمن غم خوارِ حسینی ذوالفقارِ
حیدری منگلور (ہردوار) انجمن حُسینیہ نانوتہ۔ انجمن امامیہ لکھنوتی
(سہارنپور) اور ہندوستان کے مشہور صاحب بیاض دلشاد حسین
جلالپور فیض آباد، انجمن عارفی بگھرہ (مظفرنگر) اس کے علاوہ بھی
اور بہت سی انجمنیں قابل ذکر ہیں۔ میں ان سبھی انجمنوں اور صاحبِ
بیاض حضرات کے لئے دُعا گو ہوں۔

خداوند عالم بحقِ محمدؐ وآلِ محمدؐ تمام عزاداران امام مظلوم کو ہر
آفات و بلایات سے محفوظ رکھے اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

میرا قبیلہ

عہد جہانگیری میں ہمارے مورثِ اعلیٰ میر سید حبیب اللہ اور ان کے فرزند میر مدد علی۔ حسین علی۔ شہادت علی۔ پنجاب کے موہالی ضلع کرنال (جو آج ہریانہ کہلاتا ہے) سے ہجرت کر کے کیرانہ آئے اور محلہ انصاریان سہدریان میں میراں حویلی آباد کی اسی حویلی کے دیوان خانے سے مجلسِ عزا کی ابتدا ہوئی ہے۔ آج بفضل خدا صرف کیرانہ میں ہی اس قبیلہ کے دو سو سے زیادہ افراد موجود ہیں اور کافی تعداد میں تقسیم وطن کے دوران پاکستان بھی جاکر آباد ہوئے۔

مجھے اس پر فخر نہیں

کہ میرے مورثِ اعلیٰ موہالی کے زمیندار تھے۔ کئی پشتیں فوج اور پولیس کی ملازمت میں گذریں۔ بلکہ فخر اس بات پر کرتا ہوں کہ میرے والد مرحوم سید شوکت حسین زیدی۔ نہایت مخلص۔ دیندار دیانت دار۔ جسیم اور شجاع تھے جو حکومت ہند کی فوج (جاٹ رجمنٹ) سے کئی میڈل حاصل کر کے ریٹائر ہوئے اور ریٹائر ہونے کے بعد بھی سخت محنت و مشقت سے روزی حاصل کرنا اور حلال رزق سے اولاد کی پرورش کرنا اُن کا اصولِ اوّل رہا ہے۔

حلال رزق سے پالا ہمیں بزرگوں نے
یہی سبب ہے کہ ہم باوقار پھرتے ہیں

حق گوئی سے ڈرنا یا مصلحت پسندی جیسی گھٹیا سیاست میں حصّہ لینا کبھی اچھا نہیں سمجھا۔ بلکہ اس سے بہت دور رہ کر قوم و ملّت کی خدمت کرنا اور اس پر کاربند رہنا ان کی عادت میں شامل تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اُسی نصیحت و وصیت کے ہم ورثہ دار ہیں۔

ماں

میری والدہ معظمہ سیدہ کنیز کبریٰ۔ اصل میں والدین کی تعریف و توصیف کلامِ الٰہی اور اقوالِ آئمہؑ سے بڑھ کر کون کر سکتا ہے۔ مگر پھر بھی دل چاہتا ہے کہ کاغذ پر دل نکال کر رکھ دوں اور اہلِ دل اس کو دل کی آنکھوں سے پڑھیں اور محسوس کریں کہ ماں کیا ہوتی ہے۔ کیوں کہ ایک لامحدود محبّت اور شفقت کو لفظوں میں بیان کرنا کم از کم میری دسترس سے باہر ہے۔ حالاں کہ والدین سے متعلق بہت سے شعراء نے طویل نظمیں کہی ہیں۔ جن میں عصرِ حاضر کے معروف شاعر جناب رضا سرسوی کی مقبول عام نظم (ماں) جو غالباً اشاعت کی منزلوں میں ہے۔ اور خوب ہے۔

مگر میں ہر صبح اپنی ماں کی زیارت کر کے یہی سوچتا ہوں کہ زندگی بھر ماں کی قصیدہ خوانی کی جائے تو بھی ماں کے اوصاف بیان نہیں

بیان نہیں کئے جا سکتے میں تو بس اتنا ہی کہوں گا کہ میری والدہ معظمہ کی مذہبی مصروفیات اور اسی ماحول میں ہم تمام آٹھ بہن بھائیوں کی پرورش اور تربیت اور اس سے بھی بڑھ کر ایک سو سے زیادہ لڑکیوں کو قرآن پڑھا کر مذہبی تعلیم سے آراستہ کر کے اپنے لئے اور پشتوں کے لئے زادِ سفرِ عاقبت محفوظ کر لیا ہے" ان ہی کی تربیت خاص کا نتیجہ ہے کہ میں اور میرے بھائی جو سبھی مجھ سے چھوٹے ہیں۔ اور ہم سب کے بچّے اتحاد و اتفاق محبّت اور خلوص کی سنہری زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ جس کا ایک سرا والدہ معظمہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا مجھ سے چھوٹے بھائی۔ سید علی حیدر زیدی ٹھیکیدار۔ پروپرائٹر۔ کبریٰ کنسٹرکشن کمپنی۔ رشی کیش۔ شان بریک فلڈ منگلور (ہردوار) کے ہاتھ میں ہے۔ دوسرے دو چھوٹے بھائی سید رضی حیدر زیدی ٹھیکیدار سید شرافت زیدی یہ دونوں بھی ماشاءاللہ صاحبِ اولاد ہیں۔ مگر ہمارے بچوں میں شامل ہو کر چچا بھتیجوں کی پہچان نہیں ہونے دیتے۔ غرضیکہ ہر اعتبار سے میری ماں کی دعاؤں کے درخت کا گھنا سایہ روح پرور اور سرسبز و شاداب ہے۔ خدا ہم سب کو بلکہ تمام مومنین کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے آمین "یا ربّ العالمین"۔

میرے محسن

سید قاسم رضا نقوی امروہوی حیدر آباد ہاؤس نئی دہلی ۱

یہ وہ معتبر اور مہذب شخصیت ہے جس کو ہندوستان اور پاکستان بلکہ یوں کہوں کہ اردو ادب اور حسینی ادب کے تمام شعراء خوب جانتے اور پہچانتے ہیں۔ موصوف نہایت مخلص، دیندار، دیانت دار، مومن اور خالص مولائی آدمی ہیں۔ جو مدتوں سے دہلی میں رہتے ہوئے اپنے آبائی وطن امروہہ میں ہر سال ۱۷ رجب المرجب جشنِ مولودِ کعبہ محلہ حقانی امروہہ میں مولودِ کعبہ کا انعقاد عالمی پیمانے پر کیا کرتے ہیں اور تمام سال اس کی تیاریوں میں مصروف رہا کرتے ہیں۔

قاسم رضا صاحب اور منتظر صاحب امروہوی یہ دونوں حضرات میرے ہمیشہ سے کرم فرما رہے ہیں جس کا ثبوت میرا یہ پہلا مجموعۂ کلام "کوثر کوثر" جو آپ کی خدمت میں حاضر کر رہا ہوں۔

میرے محسن قاسم رضا صاحب کی مسلسل کوششوں کا نتیجہ ہے ورنہ ترتیب و کتابت و اشاعت یہ ایک بڑا جھمیلا ہے جو کم از کم میرے بس سے باہر کی چیز ہے۔

قاسم رضا صاحب کئی برس سے مجموعہ کے لئے مجھ پر زور دیتے رہے آخر کار خود ہی اس بیڑے کو اٹھایا اور کس کس طرح سے کیسے کیسے اس کارِ عظیم کو انجام دیا۔ میں نہیں جانتا۔ بہر حال میں تو شکریہ بھی ادا نہیں کرسکتا البتہ دل سے ہزاروں دعائیں

میرے محسن

سید قاسم رضا نقوی امروہوی حیدر آباد ہاؤس نئی دہلی ۱

یہ وہ معتبر اور مہذب شخصیت ہے جس کو ہندوستان اور پاکستان بلکہ یوں کہوں کہ اردو ادب اور حسینی ادب کے تمام شعراء خوب جانتے اور پہچانتے ہیں۔ موصوف نہایت مخلص، دیندار، دیانت دار، مومن اور خالص مولائی آدمی ہیں۔ جو مدتوں سے دہلی میں رہتے ہوئے اپنے آبائی وطن امروہہ میں ہر سال ۱۱ رجب المرجب جشنِ مولودِ کعبہ محلہ حقانی امروہہ میں مولودِ کعبہ کا انعقاد عالمی پیمانے پر کیا کرتے ہیں اور تمام سال اس کی تیاریوں میں مصروف رہا کرتے ہیں۔

قاسم رضا صاحب اور منتظر صاحب امروہوی یہ دونوں حضرات میرے ہمیشہ سے کرم فرما رہے ہیں۔ جس کا ثبوت میرا یہ پہلا مجموعۂ کلام "کوثر کوثر" جو آپ کی خدمت میں حاضر کر رہا ہوں۔

میرے محسن قاسم رضا صاحب کی مسلسل کوششوں کا نتیجہ ہے ورنہ ترتیب و کتابت و اشاعت یہ ایک بڑا جھمیلا ہے جو کم از کم میرے بس سے باہر کی چیز ہے۔

قاسم رضا صاحب کئی برس سے مجموعہ کے لئے مجھ پر زور دیتے رہے آخر کار خود ہی اس بیڑے کو اُٹھایا اور کس کس طرح سے کیسے کیسے اس کارِ عظیم کو انجام دیا۔ میں نہیں جانتا۔ بہر حال میں تو شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتا البتہ دل سے ہزاروں دعائیں

نکلتی ہیں۔ پھر یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتا ہوں کہ اس کا اجر تو محمدؐ و آلِ محمدؐ ہی دیں گے۔

انشاءاللہ!

کوثر زیدی کیرانوی

نعت

رنج و غمِ حیات سے آقا چھڑائیے
اَب تھک چُکا ہوں مجھکو مدینہ بُلائیے

صدقہ علیؑ و فاطمہؑ۔ حسنینؑ کا حضور
سوئے ہوئے نصیب ہمارے جگائیے

طوفاں کی شدّتوں میں ہے امت گھری ہوئی
کشتی اب اس کی آپ کنارے لگائیے

میرے گناہ حد سے زیادہ سہی مگر
اُمّت میں آپکی ہوں مجھے بخشوائیے

ہے لب زباں پہ کوثر و تسنیم کا سوال
بس آپکی نگاہِ کرم مجھکو چاہیئے

☼

نعت

اے کاش ایک خواب تو ایسا دکھائی دے
جس میں کبھی نجف کبھی بطحا دکھائی دے

محبوب کبریا ہیں وہ سلطانِ انبیاء
قدموں میں جن کے عرشِ معلیٰ دکھائی دے

ایسے میں بس رسولؐ کی امداد چاہیے
جب نظم دو جہاں کا بگڑتا دکھائی دے

نظریں سبھی کی شافعِ محشر کی سمت ہیں
اُمّت کو اور کس کا سہارا دکھائی دے

للہ! رہبری کے لئے آئیے حضور
منزل کا کچھ پتہ ہے نہ رستہ دکھائی دے

کوثر نبیؐ و آلِ نبیؐ کا یہ وصف ہے
ہر اک درود اُن پہ ہی پڑھتا دکھائی دے

جنابِ فاطمہؑ بنتِ اسد

المدد یا خالقِ نہج البلاغہ المدد
کر رہا ہوں آج مدحِ فاطمہؑ بنتِ اسد

جس طرح قرآن میں ہے قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدْ
یوں ابوطالبؑ کے گھر ہیں فاطمہؑ بنتِ اسد

مادرِ مولا علی مشکل کشا شیرِ خدا
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی فضیلت کی سند

جس قدر بھی سوچئے ہیں فاطمہؑ ہی فاطمہؑ
فاطمہ بنتِ نبی یا فاطمہؑ بنتِ اسد

چومتا ہوں جب سے کوثر میں علم عباس کا
اور بھی پہلے سے اونچا ہوگیا ہے میرا قد

ملیکۃ العرب

ہیں پنجتنِ پاک ثنا خوانِ خدیجہ
ہم سے ہو بیاں کیسے بھلا شانِ خدیجہ

یہ سوچ کے عظمت میں ہو کچھ اور اضافہ
جبریلِ امیں بن گئے دربانِ خدیجہ

دیتی ہے دُعا کرب و بلا ہاتھ اُٹھا کر
تا حشر مہکتا رہے گلدانِ خدیجہ

سردار جوانانِ جناں ان کے نواسے
خالق نے بھی پورے کئے ارمانِ خدیجہ

عباس کو اس واسطے سقائی ملی تھی
شعلوں سے رہے دور گلستانِ خدیجہ

یہ تاجِ شجاعت جو ملا کرب و بلا سے
اسلام ترے سر پہ ہے احسانِ خدیجہ

اشعار عقیدت کے گلابوں میں بسا کر
صد شکر کہ کوثر ہوا مہمانِ خدیجہ

علیؑ

آئینۂ اسلام کے جوہر میں علیؑ ہیں
سچائی کی تاریخ کے منظر میں علیؑ ہیں

صفّین میں اور بدر میں خیبر میں علیؑ ہیں
معراج میں موجود ہیں بستر میں علیؑ ہیں

سلمان کے دل میں دلِ قنبر میں علیؑ ہیں
بے زر کے بھی دل میں دلِ بوذر میں علیؑ ہیں

دیکھو گے تو کردارِ علیؑ میں ہیں پیمبرؐ
سمجھو گے تو گفتارِ پیمبرؐ میں علیؑ ہیں

عباس کو دیکھا تو لعینوں نے پکارا
بپھرے ہوئے اس شیر کے تیور میں علیؑ ہیں

کوثر مرا ایمان بھی مسلک بھی یہی ہے
دُنیا میں علیؑ قبر میں محشر میں علیؑ ہیں

☼

علیؑ

میرے ساقی در و دیوار پہ حیدر لکھدے
اور میخانے کے ہر جام پہ کوثر لکھدے
مجھکو دیدے غمِ شبیّر کی دولت یارب
تو کسی اور کی قسمت میں جواہر لکھدے

میرے ہونٹوں پہ محمدؐ مرے سینے پہ حسینؑ
اور بس نادِ علیؑ مرے کفن پر لکھدے
کہہ رہا تھا درِ حیدر پہ ستارہ آکر
میرے مولا مجھے قنبر کے برابر لکھدے
کچھ نہ کچھ کاتبِ تقدیر تجھے لکھنا ہے
نوکِ نیزہ کے مقدّر میں مرا سر لکھدے
یوں تو لکھنے کو ابھی اور بہت کچھ ہے مگر
اب نہ اُترے کسی سر سے کوئی چادر لکھدے

اب ہے کوثر کو کڑی دھوپ میں چلنا مشکل
سایۂ پرچمِ عباسِ دلاور لکھدے

خانۂ حق میں ولادت یہ بڑا پن تیرا
سب شریفوں سے جو اشرف ہے وہ مدفن تیرا

کرتی رہتی ہیں نمازیں بھی ترے گھر کا طواف
اور سجدوں سے بھرا رہتا ہے آنگن تیرا

آنکھ کھلتے ہی نبوّت میں امامت دیکھی
چہرۂ احمدِ مُرسل ہوا درپن تیرا

تو جو سویا تو رسالت کی شباہت آئی
پھر بھی معراج پہ ثابت ہوا مسکن تیرا

ساری مخلوق کی دانائیاں اس پہ قرباں
دستِ احمد پہ یوں گویا ہوا بچپن تیرا

تجھ کو کچھ لوگ خدا مان گئے، پر تو نے
خود کو بندہ ہی کہا یہ ہے بڑا پن تیرا

قبر میں خاکِ شفا نادِ علی لے کے گئے
بعد مرنے کے بھی چھوڑا نہیں دامن تیرا

ظلم برباد ہوا سورۂ کوثر کی قسم
کتنا شاداب ہے یہ دیکھ لے گلشن تیرا

علیؑ کا مرتبہ اللہ اکبر
خُدا جانے یا پھر جانے پیمبرؐ

مرا دل اور اس میں حُبِ حیدر
سمٹ آیا ہے کوزے میں سمندر

زچا خانہ ترا کعبے کے اندر
کُھلا تیرے لئے دیوار میں در

علیؑ کا نام مومن کی زبان سے
لرز جاتا ہے سُن کے بابِ خیبر

سدا سہرا رہا فتح و ظفر کا
ابو طالب تری اولاد کے سر

کوئی ثانی نہیں رکھتے ہیں چاروں
ابوذر میثم و سلمان و قنبر

ازل سے ہے ابد تک ہی رہے گا
ثنا خواں ساقیٔ کوثر کا کوثر

رزق اللہ کی مخلوق کو ہر سُو بانٹے
چاند سورج کو ستاروں کو ضیا تو بانٹے
شاعرِ آلِ محمدؐ اُسے کہتے ہیں سبھی
یا علیؑ کہہ کے جو الفاظ کی خوشبو بانٹے

ایک دن آگیا بابا کی جو سُنت کا خیال
سر تو شبیرؑ نے عباسؑ نے بازو بانٹے

پھر مورّخ بھی تو سچ کہنے پہ مجبور ہوا
صبح کے وقت کوئی جس طرح جگنو بانٹے

رزقِ ایمان ترے در سے ملا ہے ہم کو
اور پھر حکمِ خدا یہ ہے کہ بس تُو بانٹے

مجھ کو معلوم ہے جنّت کی بھی قیمت کوثرؔ
میں نے مجلس کے تبرّک میں بھی آنسو بانٹے

معصومۂ کونین

بنتِ سرتاجِ انبیاء تم ہو　　زوجۂ شاہِ لافتا تم ہو

اس فضیلت کا کیا ٹھکانہ ہے　　مادرِ شاہِ کربلا تم ہو

فخرِ مریم ہو فخرِ حوّا ہو　　یعنی تطہیر کی دُعا تم ہو

مدح کرتا ہے سورۂ کوثر　　اور تفسیرِ ہَلْ اَتیٰ تم ہو

جس سے روشن ہے یہ جہاں سارا　　اُس تجلّیٰ کا سلسلہ تم ہو

خود صداقت کو ناز ہے جس پر　　صادق القول طاہرا تم ہو

جو الف لام میم میں سب ہے　　اُس حقیقت سے آشنا تم ہو

اپنے کوثر پہ ہو کرم بی بی
بے سہاروں کا آسرا تم ہو

معصومۂ کونین

رضوان جناں دیکھ مرا مرتبہ کیا ہے
ہونٹوں پہ مرے فاطمہؑ زہرا کی ثنا ہے

پڑھ لے مرے چہرے پہ غم سید ابرار
سینے پہ مرے حیدر کرار لکھا ہے

اللہ رے وہ عظمتِ معصومۂ کونین
تعظیم کو پیغمبرِ اسلام کھڑا ہے

اے شیخ ادھر آ ترا ایماں سنواروں
اس وقت تصوّر میں مرے کرب و بلا ہے

اک ہاتھ میں کوثر ہے تو اک ہاتھ میں جنّت
کس شان سے حُر شاہ کے قدموں سے اُٹھا ہے

عباس علمدار وفاؤں کا مدینہ
حیدر کی تمنّا دلِ زہرا کی دُعا ہے

کوثر وہ سکندر کو بھی آیا نہ میسّر
جو مجھ کو درِ فاطمہؑ زہرا سے ملا ہے

امام حسینؑ

سرتاجِ انبیا، کا دُلارا حُسینؑ ہے
حق کا نصیب جس نے سنوارا حسینؑ ہے

آؤ درِ حسینؑ پہ دُنیا کے غمزدوں
ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا حسینؑ ہے

یہ کہہ کے حُر نے چھوڑ دیا فوج شام کو
طوفان ہے یزید کنارا حسینؑ ہے

دھندلا گیا تھا دین محمدؐ کا آفتاب
اپنے لہو سے جس نے نکھارا حسینؑ ہے

کاغذ کی کشتیوں پہ ہیں ظلموں کے قافلے
لے جائے گا بہا کے وہ دھارا حسینؑ ہے

گذرے یہاں سے یوں تو سبھی انبیاء مگر
کرب و بلا نے جس کو پکارا حسینؑ ہے

آجائیے مدد کے لئے شیرِ کردگار
نرغے میں ظالموں کے تمہارا حسینؑ ہے

کوثر بقولِ جوش وہ دن بھی قریب ہے
ہر قوم یہ کہے گی ہمارا حسینؑ ہے۔

❋

جنابِ زینبؑ

کوفہ و شام اُلٹ دے نہ کہیں تو زینب
ظلم نے اس لئے، باندھے ترے بازو زینب

جس کو کہتے ہیں سبھی اکبر مہرو زینب
شیر لیلیٰ کا مگر ہے ترا گبھرو زینب

ہر زمانے کے یزیدوں کو جھُلستی آئی
تیری آہوں سے جو نکلی تھی کبھی لُو زینب

اپنے بکھرے ہوئے بالوں کو بنا کر شانہ
تو نے سلجھا دیئے اسلام کے گیسو زینب

تیرے خُطبوں کی سیاست میں تھی ایسی حکمت
جن سے حیراں ہیں زمانے کے ارسطو زینب

کس قدر شوق ہے مجلس کا ٹھہرتے ہی نہیں
نام سُنتے ہی ترا آگئے آنسو زینب

آکے خود اپنی ہی مجلس میں ردائیں بانٹے
دیکھ لے اپنی کنیزوں کو اگر تو زینب

اپنے خُطبوں کے ہی صدقے میں بچالو اس کو
آج بے یار و مددگار ہے اردو زینب

فرش سے عرش گئی پھر لب کوثر پہنچی
ایسی مہکی ہے ترے صبر کی خوشبو زینب

○

امام زین العابدینؑ

خوش ہو کے مدینے سے کہا کرب و بلا نے
لو آ گیا شبیّر کے مقصد کو بچانے

ہر لب پہ ہے صلواۃ ہر اک لب پہ ترانے
شبیّر کو بیٹا دیا عابدؑ سا خدا نے

سارے ہی محمدؐ ہیں یہاں سارے علیؑ ہیں
ہے تیری عجب شان محمدؐ کے گھرانے

ہے چودھویں کا چاند بھی اُس نور پہ قربان
جس نور میں خود چاندنی آئی ہو نہانے

ہمراہ ترے رہتی ہیں مصروف عبادت
زنجیر کی کڑیاں ہیں کہ تسبیح کے دانے

وہ شخص ہمیشہ ہی جہنّم میں جلے گا
آیا تھا کبھی جو درِ زہراؑ کو جلانے

میں جس کے تصوّر سے ہی سرشار رہا ہوں
کوثرؔ وہ تخلّص مجھے بخشا ہے خدا نے

امامِ زین العابدینؑ

جنت کے درو بام پہ تحریر جلی ہے
آجائے ادھر وہ جو پرستارِ علیؑ ہے
ہے سب کی یہی شان ہر اک حق کا ولی ہے
اِس گھر کا ہر اک فرد محمدؐ ہے علیؑ ہے

یہ سید سجّاد کا ہے جشنِ ولادت
پوتا تو علیؑ کا ہے مگر یہ بھی علیؑ ہے
آنکھوں میں یزیدوں کی کھٹکنے لگے کانٹے
شبیر کے گلشن میں کِھلی ایسی کلی ہے

سوئی ہوئی اسلام کی قسمت کو جگانے
عابد تری زنجیر کی جھنکار چلی ہے
یہ اوج بھلا کیسے کِسی اور کو ملتا
گودی میں نبوت کے امامت ہی پلی ہے

شبیر ہی اسلام ہے اسلام ہے شبیر
کوثرؔ یہ حقیقت بھی تو غیروں کو کھلی ہے

امامؑ زین العابدینؑ

خوش ہو کے مدینے سے کہا کرب و بلا نے
لو آ گیا شبّیر کے مقصد کو بچانے

ہر لب پہ ہے صلواۃ ہر اک لب پہ ترانے
شبّیر کو بیٹا دیا عابدؑ سا خدا نے

سارے ہی محمدؐ ہیں یہاں سارے علیؑ ہیں
ہے تیری عجب شان محمدؐ کے گھرانے

ہے چودھویں کا چاند بھی اُس نور پہ قربان
جس نور میں خود چاندنی آئی ہو نہانے

ہمراہ ترے رہتی ہیں مصروف عبادت
زنجیر کی کڑیاں ہیں کہ تسبیح کے دانے

وہ شخص ہمیشہ ہی جہنّم میں جلے گا
آیا تھا کبھی جو درِ زہرا کو جلانے

میں جس کے تصوّر سے ہی سرشار رہا ہوں
کوثر وہ تخلّص مجھے بخشا ہے خدا نے

عباس علمدار

یے تیغ ہے اور فاتحِ خیبر سا لگے ہے
عباس تو بس نام ہے حیدر سا لگے ہے
اِس درجہ حقیقت سے گریزاں ہوئے کچھ لوگ
سچ بات بھی سنتے ہیں تو نشتر سا لگے ہے

یوں لطف مجھے دینے لگی آبلہ پائی
کانٹا بھی لگے ہے تو گلِ تر سا لگے ہے
دیکھا جو غلامانِ حسین ابنِ علیؑ کو
سلماں سا لگے ہے کوئی بوذر سا لگے ہے

اللہ رے وہ ضبط و تحمل ترا عباس
پیاسا ہے مگر پھر بھی سمندر سا لگے ہے
ہر بچہ مری قوم کا ماتم میں تمہارے
یا شاہ غلامِ علی اصغر سا لگے ہے
دی مشکِ سکینہ تو کہا شاہ نے زینب
عباس مرا ساقیٔ کوثر سا لگے ہے
کوثر پہ بھی ہو چشمِ عنایت مرے مولا
سائل بھی ترے در کا تونگر سا لگے ہے

قطعات

یارب مجھے کچھ مدح کا انداز بھی دیدے
تاثیر فرزدق ہو وہ آواز بھی دیدے
کر دے مجھے کچھ فن سے بھی واقف مرے مولا
افکار کو جبرئیل کی پرواز بھی دیدے

مری زباں پہ وظیفہ خدا خدا لیکن
کبھی ہے نامِ محمدؐ کبھی ہے نامِ علیؑ
میں اپنی ذات کا کیوں کر نہ احترام کروں
علیؑ امامِ من است و منم غلامِ علیؑ

مست ہوں میں خیال کوثر میں
تو سمجھتا ہے میں شرابی ہوں
میرا مسلک نہ پوچھ اے ناصح
یہ سمجھ لے کہ بوترابی ہوں

قطعات

ذہن روشن ہوئے شعور ملا
نورِ یزداں کا آسرا کرکے
یُوں گِرے بُت کہ بول اُٹھا کعبہ
کُفر ٹوٹا خُدا خُدا کرکے

ہر مصیبت میں کام آتے ہیں
تو جو کہتا ہے یا علیؑ کیا ہے
معترض آزما کے دیکھ ذرا
ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

یا علیؑ نورِ کردگار ہو تم
کچھ تو اس سے سوا بھی کہتے ہیں
میں تو مشکل کشا ہی کہتا ہوں
لوگ تم کو خُدا بھی کہتے ہیں

قطعات

یارب مجھے کچھ مدح کا انداز بھی دیدے
تاثیر فرزدق ہو وہ آواز بھی دیدے
کر دے مجھے کچھ فن سے بھی واقف مرے مولا
افکار کو جبرئیل کی پرواز بھی دیدے

مری زباں پہ وظیفہ خدا خدا لیکن
کبھی ہے نامِ محمدؐ کبھی ہے نامِ علیؑ
میں اپنی ذات کا کیوں کر نہ احترام کروں
علیؑ امامِ من است و منم غلامِ علیؑ

مست ہوں میں خیالِ کوثر میں
تو سمجھتا ہے میں شرابی ہوں
میرا مسلک نہ پوچھ اے ناصح
یہ سمجھ لے کہ بو ترابی ہوں

قطعات

مُنکرِ اہلبیت کے دل کی
اک کلی بھی تو کھِل نہیں سکتی
عنبر کا نام لے کے مانگے تو
بھیک بھی اُس کو مِل نہیں سکتی

*

نہ دُنیا میں خدا ہوتا نہ ہوتی آگہی خود کی
کتابِ زندگی کے بس وہی سادہ ورق ہوتے
مرا ایمان چودہ پر کوئی یونہی نہیں کوثر
نہ یہ چودہ اگر ہوتے نہ پھر چودہ طبق ہوتے

*

خُدا اور مصطفےٰ ہی جانتے ہیں
جو عظمت حیدرِ کرار کی ہے
تیری آواز کی خوشبو میں کوثر
شباہت میثم تمّار کی ہے

*

قطعات

گدائے شاہِ نجف ہیں یہ شان ہے اپنی
بڑے بڑے ہمیں جھک کر سلام کرتے ہیں
ثنائے آلِ محمدؐ کا فیض ہے کوثر
ہم اپنا خود بھی بڑا احترام کرتے ہیں

✧

غاصبِ حقِ فاطمہؑ کیا تھے
فیصلہ خود ہی خاص و عام کریں
اور پھر اُس کا مرتبہ دیکھیں
خود محمدؐ جسے سلام کریں

✧

کر رہا ہوں میں کوثر مدحِ پنجتن جب سے
منزلیں ہیں قدموں میں جس طرف بھی بڑھتا ہوں
اب قلم بس اور مجھ میں فرق ہے تو اتنا سا
یہ حسین لکھتا ہے میں حسین پڑھتا ہوں

✧

قطعات

اب نہ بیعت کا ہے نشاں باقی
ورد لب ہے سبھی کے نامِ حسینؑ
بجھ گئے سب یزیدیت کے چراغ
نور برسا رہی ہے شامِ حسینؑ

٭

تا حشر اُٹھ سکے گا نہ بیعت کا اب سوال
قربانیٔ حسینؑ وہ سامان کر گئی
صبح یزیدؔ ہار کے چپ ہو گئی مگر
شامِ حسینؑ فتح کا اعلان کر گئی

٭

انبیاء دیکھتے ہیں حیرت سے
کتنا مشکل ہے امتحانِ حسینؑ
سر کٹا کر بھی سربلند رہا
دیکھ لے اے یزیدؔ شانِ حسینؑ

٭

قطعات

غدیر خم میں تھا یہ شور ہر سُو
وہ اعلیٰ ہو سے اولیٰ ہوگئے ہیں
نبیؐ نے کہہ دیا منکنتُ مولیٰ
علیؑ ہم سب کے مولیٰ ہوگئے ہیں

✧

کتنی حسین آج ہے محفل غدیر میں
میں ہند میں ہوں اور مرا دل غدیر میں
اے معترض تو آیئنہ اکملتُ پڑھ کے دیکھ
دینِ رسول ہوگیا کامل غدیر میں

✧

پُر نور کائنات ہے مہکی ہوئی فضا
کتنا حسین آج ہے منظر غدیر میں
مولائیت کا تاج پہن لو بحُکم رب
حیدر سے کہہ رہے ہیں پیمبر غدیر میں

✧

قطعات

لفظ جو میں نے چُنا وہ خوشبوئیں دینے لگا
جب فضائل میں رقم کرنے لگا شبیرؑ کے
میری نظریں تو قلم کے نقش پا پر رُک گئیں
اور قلم لیتا رہا بوسے مِری تحریر کے

عباس کا جواب کہیں بھی نہ مِل سکا
تاریخ ڈھونڈھتی ہی رہی کائنات میں
کہتی تھی کربلا مرے غازی ترے نثار
بیعت کو آرہا ہے ڈبو کر فرات میں

اک خواب کی تعبیر حقیقت کرلی
پیاسے نے سمندر پہ حکومت کرلی
کہتی ہوئی چلو میں چلی آئی فرات
عباس ترے ہاتھ پہ بیعت کرلی

قطعات

آنسو غمِ سرور میں جو بہتے ہیں یہ کوثر
واللہ سوا ہیں یہ ہر اک لعل و گوہر سے
ہم حضرتِ عباس کی سنت پہ ہیں قائم
اس واسطے پانی کو گراتے ہیں نظر سے

⁂

تیغیں کٹ کٹ کے گریں کرب و بلا میں خود ہی
کیسے کہدوں کہ شہیدوں کا لہو چاٹ لیا
قلبِ اکبر میں بھی برچھی نہیں ٹوٹی کوثر
خون کی دھار نے برچھی کا گلا کاٹ لیا

⁂

دیکھتے ہی سرِ شبیرؑ کو بولا تھا یزید
ان سے کب میرے بزرگوں نے محبت کی تھی
اس گھرانے سے عداوت ہے پرانی مجھ کو
ان کے دادا نے محمدؐ کی حفاظت کی تھی

⁂

اب حُرملہ نہ شمر نہ خولی نہ اب یزیدؔ
نام و نشان بھی تو نہیں کائنات میں
بچےؔ نے مُسکرا کے اڑایا مرا مذاق
بیعت یہ کہکے ڈوب گئی ہے فرات میں

٭

شانِ ابوطالبؑ

اے ابوطالبؑ ترا احسان ہے اسلام پر تیری وہ قربانیاں انسانیت کے نام پر
یوں نبوت کا محافظ تو رہا ہر گام پر گردشیں آنے لگی تھیں گردشِ ایام پر

عقلِ انسانی نہ اب تک چھو سکی تیرا مقام
اک بھتیجہ ہے پیمبرؐ بارہ بیٹے تھیں امام

درحقیقت محسنِ اسلام تیری ذات ہے تیرے گھر پر رحمتوں کی مستقل برسات ہے
پھر بھی گر تجھ کو کہیں کافر یہ ایسی بات ہے جس طرح دن کے اجالوں کو کہیں کہ رات ہے

کتنا سچا قول ہے اقبالؔ کا انسان پر
کارِ بد تو خود کرے لعنت پڑھے شیطان پر

تیرا مقصد ہی بقائے دینِ پیغمبر رہا حق ترے گھر کی وراثت اس لئے حق پر رہا
وعدۂ نصرت محمدؐ سے تجھے ازبر رہا اور ہتھیلی پر لئے ہر لمحہ اپنا سر رہا

جذبۂ نصرت ترا وعدہ ترا یا آرزو
تیرے بچوں نے اسے پورا کیا دیکر لہو

پرورش کرکے نبیؐ کی تیرا دل تھا باغ باغ فلسفہ کردار تیرا فلسفہ تیرا دماغ
یوں جلے ہیں آج تک تیری وفاؤں کے چراغ کردئے تو نے نمایاں دامنِ باطل کے داغ

ظلمتوں میں شمعِ حق سے تو اجالے کر گیا
خود ہوا رخصت تو بیٹوں کے حوالے کر گیا

آج بھی ہے کُفر کا یہ اہلِ ایماں سے سوال　　گر مُسلماں ہی ابوطالبؑ کو کہنا ہے محال
پھر تو اُس کافر کے بھی احسان کا کیجئے خیال　　جس کی قربانی کی ملتی ہی نہیں کوئی مثال

کس طرح کرلی دعا اُس کی قبول اللہ نے
کیوں نکاح پڑھوالیا اُس سے رسول اللہؐ نے

مسئلہ بدر و اُحد خندق کا یا خیبر کا ہو　　عرش کا یا فرش کا محراب کا منبر کا ہو
جس پہ سوتے تھے نبیؐ یا پھر اُسی بستر کا ہو　　سامنا اسلام سے یا مرحب و عنتر کا ہو

جتنے جتنے معرکے اسلام میں بڑھتے گئے
مختصر یہ ہے نبیؐ نادِ علیؑ پڑھتے گئے

اور پھر تاریخ بھی دامن کو پھیلاکر چلی　　بھیک مجھ کو بھی صداقت کی ملی حق کے ولی
بابِ اول پر ہوا تحریر باحرفِ جلی　　یا علیؑ و یا علیؑ و یا علیؑ و یا علیؑ

کج نگاہوں کو نظر آئے گا کیا آفاق پر
کچھ سنہرے نام ہیں تاریخ کے اوراق پر

فاتحِ خیبر میں ہر جوہر ابوطالبؑ کا ہے　　جو ہے دامادِ نبیؐ دلبر ابوطالبؑ کا ہے
بھیک لیں جس سے ملک وہ در ابوطالبؑ کا ہے　　جس کے گھر ہوں پنجتن وہ گھر ابوطالبؑ کا ہے

اب کوئی مانے نہ مانے سب پہ ہے یہ آشکار
لافتا الاّ علی الاسیف الاّ ذوالفقار

ایک ہی آواز لیکر ایک ہی لے کر زباں　　عہد و پیماں کا یوں ہی بڑھتا گیا یہ کارواں
سلسلہ در سلسلہ در داستاں در داستاں　　امتحاں در امتحاں در امتحاں در امتحاں

نصرتِ دینِ نبیؐ شمشیرِ خدا تک آگئی
بات جب حد سے بڑھی تو کربلا تک آگئی

ہر طرح ثابت ہے یہ تاریخ کی تحریر سے　　کربلا نے عظمتیں لیں زینبِ دلگیر سے
سینۂ اکبر سے ہو یا گردنِ بے شیر سے　　بازوئے عباس سے یا پھر سرِ شبیر سے
جس قدر بھی خوں بہا کوثرِ ابوطالبؑ کا تھا
نوکِ نیزہ پر جو تھا وہ سر ابوطالبؑ کا تھا

یاالٰہی فکروفن کو اک نیا انداز دے　　اور زباں کو میثمِ تمار کی آواز دے
شاعرِ آلِ محمدؐ کا مجھے اعزاز دے　　اور تخیّل کو مرے جبرئیل کی پرواز دے
یہ تو حسرت ہی نہیں کوثر کو اب شہرت ملے
ہاں اگر کرب و بلا مل جائے تو جنّت ملے

شانِ زینبؑ

زینب زبانِ حیدرِ صفدر کا نام ہے　　زینب شعور و فکر کے پیکر کا نام ہے
زینب رضا و صبر کے جوہر کا نام ہے　　زینب ہی سوگوارِ بہتّر کا نام ہے
ہشیار اے قلم کہ ثنا بھی اُسی کی ہے
بیٹی ہے جو علیؑ کی نواسی نبیؐ کی ہے

نادِ علیؑ جو پڑھ کے قلم کو کیا رواں　　سوچا رقم ہو حضرتِ زینب کی داستاں
بس خود کو پا رہا تھا میں لفظوں کے درمیاں　　کوثر بھلا یہ اوج کہاں اور میں کہاں
اس طرح میرے ذہن کو مصرعے عطا ہوئے
صحرا پہ جیسے بارشِ رحمت ہوا کرے

اس کائنات میں نہیں زینب ترا جواب　　زہرا کے بعد ثانیٔ زہرا ترا خطاب
آخر ہوئی تو اپنے ارادوں میں کامیاب　　ڈھلنے دیا نہ دینِ محمدؐ کا آفتاب
دُھندلا گیا تو صبر کے دریا میں دھو دیا
لیکن یزیدیت کا سفینہ ڈبو دیا

زینب شریکِ کارِ امامت رہی سدا　　حق فاطمہ کے دودھ کا کرتی رہی ادا
اِک لمحہ بھر کو بھائی سے ہوتی نہ تھی جدا　　کہتی تھی میں ہوں مرضیٔ شبیر پر فدا
پھر بھی جو آنچ آئی شہِ مشرقین پر
بیٹوں کو بھی نثار کروں گی حسینؑ پر

ہر دم نگاہ معرکۂ کربلا پہ تھی ثابت قدم مگر رہِ صبر و رضا پہ تھی
بیٹی تھی فاطمہؑ کی تو صدق و صفا پہ تھی جرأت کی بات آئی تو شیرِ خدا پہ تھی
آئی تھی کربلا میں صداقت لیے ہوئے
ہمراہ خاندانِ رسالت لیے ہوئے

جب کربلا میں سبطِ پیمبرؐ ہوئے شہید عباس اور قاسم و اکبر ہوئے شہید
بیٹے شہید ہو چکے اصغر ہوئے شہید المختصر یہ ہے کہ بہتر ۷۲ ہوئے شہید
برباد گھر ہوا شہِ بدر و حُنین کا
مقتل میں بے کفن رہا لاشہ حسینؑ کا

جب کربلا میں شامِ غریباں بھی چھا گئی خیموں میں آگ فوجِ ستم گر لگا چکی
سہمے ہوئے یتیم تھے خاموش تشنگی زینب کو پھر تو یادِ علمدار آ گئی
آواز دی کہ میرے برادر کہاں ہے تو
زینب کے سر سے چھن گئی چادر کہاں ہے تو

زینب کے بین سن کے بیاباں لرز اُٹھا آہ و فغاں تھی جن و ملائک میں جا بجا
کانوں میں آئی ثانیٔ زہرا کی جب صدا عباس نامدار کا لاشہ تڑپ گیا
خاموش بنتِ حیدرِ کرار ہو گئی
بے وارثوں کی قافلہ سالار ہو گئی

قیدی بنی تو داغ بہتر ۷۲ لئے ہوئے سینہ میں تھی غموں کا سمندر لئے ہوئے
آنکھوں میں قتل گاہ کا منظر لئے ہوئے سوکھے لبوں پہ سورۂ کوثر لئے ہوئے
صبر و رضا کی راہ میں یہ بھی بتول تھی
بعدِ حسینؑ وارثِ دینِ رسول تھی

مجبوراب ہے خواہرِ شبیر کیا کرے — عابد کے پاؤں میں بھی ہے زنجیر کیا کرے
کِس طرح دے کفن بھلا تدبیر کیا کرے — چادر بھی چھن گئی، تری ہمشیر کیا کرے
ہوتے اگر حیات تو بیٹوں کو وارتی
اے بھائی، تری لاش کا صدقہ اتارتی

کوثر وہ کربلا کے شہیدوں کی سوگوار — جس کے جلالِ حیدری تیور سے آشکار
گویا زباں ہوئی، تو چلی مثلِ ذوالفقار — بازار شام ہو گیا میدانِ کارزار
خطبے پڑھے وہ ظلم کی بستی دہل گئی
ہر اک لعیں پہ صبر کی تلوار چل گئی

ذکرِ علیؑ

ذکرِ علیؑ کرو کہ عبادت عظیم ہے
یہ اُس کا حکم ہے جو غفور الرحیم ہے
یعنی یہی حدیثِ رسولِؐ کریم ہے
مُنکر جو ہے وہ عقل سے بالکل یتیم ہے

پاکیزگیٔ قلب کی پہچان بھی ہے یہ
کوثرؔ ہمارا دین بھی ایمان بھی ہے یہ

مشکل پڑی تو کہہ دیا آدمؑ نے یا علیؑ
آدمؑ کا ذکر کیا کہا خاتمؐ نے یا علیؑ
سیکھا بھی جبرئیلِ مکرم نے یا علیؑ
تکلیف جب ہوئی تو کہا ہم نے یا علیؑ

کچھ لوگ چیخنے لگے بدعت یہی تو ہے
ہم نے کہا رسولؐ کی سُنت یہی تو ہے

ذکرِ علیؑ سے کون بہلتا ہے دیکھئے
اور کون اس کے ذکر سے جلتا ہے دیکھئے
کانٹا سا دل میں کس کے کھٹکتا ہے دیکھئے
چہرے کا رنگ کس کے بدلتا ہے دیکھئے
اس مسئلہ کو آج ہی آسان کیجئے
دشمن کی اور دوست کی پہچان کیجئے

مشکل کُشا بھی شیرِ غضنفر علیؑ علیؑ
مولائے کائنات ہے حیدر علیؑ علیؑ
کہتا ہے جبرئیل کا پر پر علیؑ علیؑ
آبِ شفا ہے پیجئے لکھ کر علیؑ علیؑ
یہ نام مومنوں کے لئے درد مند ہے
ذکرِ علیؑ خدا و نبیؐ کو پسند ہے

نبیوںؑ سے بھی الگ یہ فضیلت علیؑ کی ہے
یعنی خدا کے گھر میں ولادت علیؑ کی ہے
بعدِ خلیل ہے تو امامت علیؑ کی ہے
قرآن بولتا ہوا صورت علیؑ کی ہے
کہتے ہیں سب مُبتوں کو خدا یاد آ گیا
جبرئیل خوش ہوئے مرا اُستاد آ گیا

گودی میں مصطفیٰ کے جو بچپن ہے نور کا
بنتِ اسد کا لال یہ گلشن ہے نور کا
دیوار و در ہیں نور کے آنگن ہے نور کا
ہاتھوں میں آج نور کے درپن ہے نور کا
خاموش تھا ازل سے زباں کھولنے لگا
اسلام اس کو دیکھتے ہی بولنے لگا

مولائیوں کے دل کی صدا یا علیؑ مدد
ہر دردِ لا دوا کی دوا یا علیؑ مدد
مشکل کشائے شیرِ خدا یا علیؑ مدد
آئے مدد کو جب بھی کہا یا علیؑ مدد
آفاتِ ناگہاں کو زمین دوز کیجئے
مولا علیؑ کا ذکر شب و روز کیجئے

دُنیا کے مال و زر کی نہ اب آرزو کرو
سنبھلو کہ راہِ حق کی ہی بس جستجو کرو
آؤ قریب آکے ذرا گفتگو کرو
اشکِ غمِ حسینؑ سے پہلے وضو کرو
پھر دیکھنا رسولؐ کا پیغام ہے کہاں
آجائے گا سمجھ میں کہ اسلام ہے کہاں

بعدِ خدا رسولؐ یہ منصب علیؑ کا ہے
کعبہ بھی ہے علیؑ کا تو یثرب علیؑ کا ہے
کل بھی تھا اور آج بھی اور اب علیؑ کا ہے
جو کچھ ہے دو جہان میں وہ سب علیؑ کا ہے
مولائیت کا ان کے اگر سر پہ تاج ہے
محشر میں بھی انہی کے دُلاروں کا راج ہے

تاریخ میں لکھا ہے فسانہ غدیر کا
منبر سجا ہوا تھا بشیر النظیر کا
کامل ہوا جو دین رسولِ کبیر کا
کلمہ پڑھا سبھی نے جناب امیرؑ کا
اتنا کیا بلند کہ اولا بنا دیا
حیدر کو مومنین کا مولا بنا دیا

ہے جس کا ذکر عرش کے اوپر علیؑ ہے وہ
کہتے ہیں جس کو ساقیٔ کوثر علیؑ ہے وہ
باطل کو جس کا آج بھی ہے ڈر علیؑ ہے وہ
تھرائے جس کے نام سے خیبر علیؑ ہے وہ
پایا خدا سے جس نے لقب بوتراب کا
چاہے جدھر کو موڑ دے رُخ آفتاب کا

دستِ خدا جو کوئی بشر ہے تو وہ علیؑ
دامادِ مصطفیٰؐ بھی اگر ہے تو وہ علیؑ
چودہ طبق پہ جس کی نظر ہے تو وہ علیؑ
القصہ شہرِ علم کا در ہے تو وہ علیؑ

اُس وقت حاسدوں نے تو ہمت ہی ہار دی
خوش ہو کے جب خُدا نے اُسے ذوالفقار دی

جو جانتا تھا مرضیٔ داور وہی علیؑ
قرباں ہوئے ہیں جس کے گُلِ تر وہی علیؑ
نیزے پہ جس کے لال کا تھا سر وہی علیؑ
کرب و بلا میں جس کا لُٹا گھر وہی علیؑ

کوثرؔ اسی نے زیست کا سامان کر دیا
ساری ہی کائنات پہ احسان کر دیا

شانِ حسینؑ

دنیائے انقلاب کا عنوان ہے حسینؑ
اسلام نے کہا ترا احسان ہے حسینؑ
قرآن کہہ رہا ہے کہ ذیشان ہے حسینؑ
قولِ رسول ہے کہ مری جان ہے حسینؑ

غافل رہے نہ کوئی مرے نورِ عین سے
میرا حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے

وحدانیت کا حق کی نگہبان بھی حسینؑ
جنت کے نوجوانوں کا سلطان بھی حسینؑ
ہر حیدری کی رُوح بھی اور جان بھی حسینؑ
ایمان کی جو پوچھو تو ایمان بھی حسینؑ

کوثرؔ میں کیا بتاؤں کہ کیا کیا حسینؑ ہے
جب فاطمہؑ کی گود کا پالا حسینؑ ہے

مدحت تری کریں بھی تو انسان کیا کریں
ہردم درود تجھ پہ فرشتے پڑھا کریں
تیرے لئے رسول بھی ناقہ بنا کریں
لے لیکے ترا نام کروڑوں جیا کریں

عنواں بنا ہوا ہے ہر اک دل کے چین کا
چلتا ہے دو جہان میں سکہ حسینؑ کا

ہونٹوں پہ تیرا ذکر ہے اور تیری بات ہے
اس سے ہے کیا غرض ہمیں دن ہے کہ رات ہے
فخرِ خلیل ہے تو فقط تیری ذات ہے
مٹھی میں تیری آج بھی یہ کائنات ہے

وہ بدنصیب ہیں جو تجھے جانتے نہیں
اُن کو میں کیا کہوں جو تجھے مانتے نہیں

تاریخ کو جہاں میں نہ ایسا بشر ملا — جو کہہ رہا ہو موت کو مجھ سے نظر ملا
راہِ خدا میں جس کا ہتھیلی پہ سر ملا — ساری فضیلتوں کو فقط اُس کا گھر ملا
وہ در کہ جس پہ چاند ستارے جھکا کریں
وہ در کہ جس سے بھیک فرشتے لیا کریں

اللہ اور رسول کا پیارا حسینؑ ہے — زہراؑ و مرتضٰے کا دلارا حسینؑ ہے
کُل انبیا کی آنکھوں کا تارا حسینؑ ہے — ہر قوم کہہ رہی ہے ہمارا حسینؑ ہے
بیعت کا کچھ پتہ ہی نہیں کائینات میں
لگتا ہے جیسے ڈوب گئی ہو فرات میں

کیسی عجیب شان تری ابنِ بوتراب — دُنیا کو مل سکا نہ ابھی تک ترا جواب
المختصر یہ ہے کہ ہوا تو ہی کامیاب — حالانکہ تجھ کو مل نہ سکا ایک بوند آب
پیاسے نے تین روز کے دریا بہا دیا
یعنی سمندروں کو بھی پانی پلا دیا

دادا ترا وفا کی مکمل کتاب ہے — نانا کو پوچھئے تو رسالت مآب ہے
بابا کو تیرے شیر خدا کا خطاب ہے — مادر تری خدا کی قسم لاجواب ہے
بھائی، بہن جہاں میں ترے بے مثال ہیں
جتنے شرف ہیں سب کے سبھی لازوال ہیں

کوثرؔ وہ دینِ حق کا نگہباں ہے آج بھی — جس سے یزیدیت ہی پریشاں ہے آج بھی
دُنیائے کفر جس سے ہراساں ہے آج بھی — کعبہ میں جس کے خوں سے چراغاں ہے آج بھی
گر ہم ہیں اس کا نام زباں پر لئے ہوئے
لاکھوں ہیں شمر آج بھی خنجر لئے ہوئے

شانِ عبّاسؑ

عباسؑ فاطمہ کی دُعاؤں کا نام ہے
عباسؑ ہی علی کی اداؤں کا نام ہے
عباس دوجہاں کی وفاؤں کا نام ہے
عباس تشنگی کی صداؤں کا نام ہے

کیسے ثنائے حضرتِ عباس ہو رقم
کوثر ادب سے جھک گیا قرطاس پر قلم

تجھ پر سلام اے نبی ہاشم کے ماہتاب
صحرائے کربلا میں تو کھلتا ہوا گلاب
تو صبر میں حسینؑ شجاعت میں بوتراب
غازی کہاں سے لائے گا کوئی ترا جواب

حیدرؑ کی طرح فتح کا تو تاجدار ہے
المختصر وفاؤں کا پروردگار ہے

شعلے اُگل رہا تھا جو صحرائے کربلا
بولی سکینہ پیار سے اچھے مرے چچا
کیوں ہم کو تین روز سے پانی نہیں ملا
اِک گھونٹ ہو سکے تو ہمیں کیجیے عطا

نازاں حسینؑ جس پہ ہیں تم وہ دلیر ہو
یعنی خدا کے شیر کے بیٹے ہو شیر ہو

پانی کی جستجو میں تھے عباس ذی حشم
اِک ہاتھ میں تھی مشک تو اک ہاتھ میں علم
پہونچے حضورِ شاہ میں یوں کرکے سر کو خم
ہاتھوں کو جوڑ کر یہ کہا یا شہِ اُمم

اتنا غلام پر بھی کرم کیجیے حضور
للّٰہ! مجھ کو اذنِ وغا دیجیے حضور

میداں میں پھر تو شہ کا علمدار آگیا　　دریا کی سمت موڑ کے رہوار آگیا
فوجوں میں غل تھا حیدرِ کرار آگیا　　نعرہ جری کا یہ تھا کہ جرار آگیا
خیبر ہو اور کوئی تو میں اُس کو توڑ دوں
پتھر کی بھی فرات سے پانی نچوڑ دوں

خیبر کے معرکہ پہ تھی جبرئیل کی نظر　　اس خوف سے بچائے ہوئے تھے وہ اپنے پر
اور لشکرِ یزید بھی بھاگا اِدھر اُدھر　　شمرِ لعیں رہ گیا بس دانت پیس کر
زیر و زبر تھی فوج بھی موت و حیات بھی
یوں ٹھوکروں میں آگئی نہر فرات بھی

ہل چل مچی ہوئی تھی جو فوجوں کے درمیاں　　کوئی یہاں گرا ہے تو کوئی گرا وہاں
گردش میں تھی زمین تو حیرت میں آسماں　　عباس ہے کہ حیدرِ کرار ہے یہاں
چلو میں یوں فرات کو بڑھ کر اُٹھا لیا
جیسے خدا کے شیر نے خیبر اُٹھا لیا

پھر آگئی سکینہ کی تصویر سامنے　　پیاسا ہو جیسے جھولے میں بے شیر سامنے
ہر دم رہا تھا مقصدِ شبیر سامنے　　محضر کی آگئی تھی جو تحریر سامنے
سو جان سے فدائے شہ مشرقین تھا
یعنی اس امتحان میں یہ بھی حسینؑ تھا

دریا سمجھ سکا نہ علمدار کا مزاج　　اک فلسفہ ہے شہ کے وفادار کا مزاج
حق جانتا ہے جو بھی ہے حقدار کا مزاج　　قاری سمجھ لے کیا ہے قلم کار کا مزاج
اُس نے لبوں پہ نہر کے لبس پیاس لکھدیا
پانی کی لہر لہر پہ عباسؑ لکھدیا

مشکیزہ بھر کے نہر سے پیاسا چلا ہی تھا　　برسا رہی تھی تیر اُدھر فوجِ اشقیا
غازی پہ وار ظلم کی تلوار کا ہوا　　بازو کٹے تو مشک سے پانی بھی بہہ گیا
جیسے علم جھکا دلِ اطفال ہل گئے
پانی کے ساتھ خاک میں ارمان مل گئے

کوثر زمیں پہ جب گرے عباس تشنہ کام　　بولے قبول کیجئے آقا مرا سلام
ٹوٹی ہوئی کمر کو سنبھالے ہوئے امام　　پہونچے قریبِ لاش یہ کرتے ہوئے سلام
یہ آرزو رہی ہے شہ مشرقین کو
عباس بھائی کہہ کے پکارے حسین کو

✳

اے خدا اب مرے لفظوں کو معانی دیدے — اور قلم کو مرے دریا کی روانی دیدے

عزمِ میثم بھی ہو جس میں وہ جوانی دیدے — اور فرزدق کی طرح زورِ بیانی دیدے

کب سے پیاسا ہوں مری پیاس بجھا دے یارب

جام اک ساقیٔ کوثر سے دلا دے یارب

علم کی بھیک درِ علم سے ہو جائے عطا — آج کرنی ہے مجھے آلِ محمدؐ کی ثنا

بندشیں بھی ہوں نئی اور ہو مضموں بھی نیا — سن کے اربابِ فصاحت بھی کہیں کیا کہنا

یوں تو مصروفِ ثنا جب بھی قلم ہوتا ہے

مجھ پہ کوثر مرے مولا کا کرم ہوتا ہے

پیاس انسان کی عظمت کا پتہ دیتی ہے — پیاس سوکھے ہوئے ہونٹوں کو وفا دیتی ہے

پیاس بچوں کو شجاعت بھی سکھا دیتی ہے — پیاس حُر جیسا مقدر بھی بنا دیتی ہے

اپنی تنہائی پہ خوں آنکھوں سے روتا پانی

پیاس ہوتی نہ تو کس کام کا ہوتا پانی

پیاس پھولوں کو ملی اور کبھی خاروں کو ملی — پیاس بھرپور جوانی میں بہاروں کو ملی

یہ مسافر کو ملی راہ گذاروں کو ملی — مختصر یہ ہے کہ دریا کے کناروں کو ملی

ویسے کم ظرف کی حد میں بھی نہیں رہتی ہے

ظرف والے ہوں جہاں بس یہ وہیں رہتی ہے

پیاس جب رکھتی ہے تپتے ہوئے صحرا پہ قدم   کانپ اُٹھتا ہے سمندر کا بھی سینہ اُس دم
پھر تو اللہ بھی رکھتا ہے صداقت کا بھرم   خشک ہوتا نہیں اُس وقت مؤرخ کا قلم

پیاس کی عظمتیں بڑھتی ہیں یوں تحریر کے ساتھ
نام اس کا بھی لکھا جاتا ہے شبیر کے ساتھ

روزہ داروں کے لئے پیاس ہے تقوی کا نشاں   اور ضعیفوں کو دیا کرتی ہے یہ عزم جواں
نور ایمان کا چہروں سے یہ کرتی ہے عیاں   تا کہ ہونٹوں سے صداقت ہی صداقت ہو بیاں

پیاس مومن کے لبوں پر ہی مزا دیتی ہے
ورنہ دریا میں بھی یہ آگ لگا دیتی ہے

کوئی سمجھا ہی نہیں پیاس کا مفہوم ہے کیا   صرف دہکے ہوئے شعلوں کو بجھانے کے سوا
پیاس ہے فلسفۂ صبر و تحمّل کی بنا   علقمہ آج بھی رو رو کے یہ دیتی ہے صدا

پیاس کا راز سمجھنا ہے تو پیاسے سے ملو
کربلا آؤ محمدؐ کے نواسے سے ملو

پیاس کے دشت میں پھیلی جو شہادت کی مہک   ذرّے ذرّے کو ملی نور کی اک ایسی چمک
نعرۂ حق کی صدا گونج گئی تا بہ فلک   وقت بھی دیکھ رہا تھا بنا جھپکائے پلک

پیاس پر ایسا شباب آج نظر آیا ہے
جیسے سورج سوا نیزے پہ اُتر آیا ہے

پیاس اکبر نے بھی سینے سے لگائے رکھی   پیاس کی آبرو اصغر نے بچائے رکھی
پیاس ہونٹوں میں سکینہ نے چھپائے رکھی   پیاس کی بات بہتّر نے بنائے رکھی

اپنی ٹھوکر پہ یزیدوں کا رکھے تاج ملی
کربلا میں جو چلی آئی تو معراج ملی

پیاس کرتی ہی رہی قلبِ سمندر زخمی　　پیاس کے ایک تبسّم سے تھا لشکر زخمی
پیاس سے ہوگیا بیعت کا مقدّر زخمی　　پیاس نے کر ہی دیا شمر کا خنجر زخمی

مرتبہ دیکھو درِ سبطِ پیمبر پہ ملی
کربلا سے جو چلی پیاس تو کوثر پہ ملی

شانِ کربلا

آج ہم تم کو بتاتے ہیں کہ کیا ہے کربلا — واسطے اسلام کے آبِ بقا ہے کربلا
مستقل اللہ اکبر کی صدا ہے کربلا — یوں بھی ہر مولائی کے دل پر لکھا ہے کربلا

غم سے گھبرا کر کسی مومن نے جب فریاد کی
کربلا والوں نے اُس کو ہر طرح امداد کی

یا الٰہی اب مرے لفظوں میں وہ تاثیر ہو — ہر طرف بزمِ عزا ہو ماتمِ شبیر ہو
داستانِ کربلا کچھ اس طرح تحریر ہو — شہ رگِ باطل پہ جو چلتی ہوئی شمشیر ہو

لکھ رہا ہے آج کوثر بھی کتابِ کربلا
دیکھنا ہے کون لائے گا جوابِ کربلا

کربلا ضبط و تحمّل کی مکمل داستاں — کربلا طوفان کے دھاروں میں اک عزمِ جواں
کربلا ہے شہ رگِ اسلام میں خونِ رواں — کربلا ہے حق پرستوں کی حیاتِ جاوداں

کربلا کیا چیز ہے یہ کربلا والوں سے پوچھ
کربلا والے ہیں کیا قرآن کے پاروں سے پوچھ

کربلا دریا بھی ہے ساحل بھی ہے منجدھار بھی — کربلا کشتی بھی ہے لنگر بھی ہے پتوار بھی
کربلا شبنم بھی ہے شعلہ بھی ہے گلزار بھی — کربلا ہے ہر یزیدی کے لئے تلوار بھی

زندگی حق کی تو باطل کی قضا ہے کربلا
اور مومن کے لئے خاکِ شفا ہے کربلا

نظم وضبط وصبر کا ہے اک خزینہ کربلا　　منزلِ حق کے لئے بس ایک زینہ کربلا
یہ جہاں انگشتری اس پر نگینہ کربلا　　خون پر جو تیرتا ہے وہ سفینہ کربلا

اس لئے مخصوص ہے اہلِ صداقت کے لئے
کربلا سے راستہ جاتا ہے جنّت کے لئے

کربلا ہے حق و باطل کے پرکھنے کا مقام　　کربلا ہے بیعتِ فاسق کی گردن پر حسام
کربلا ہے صبر کے تپتے ہوئے صحرا کا نام　　کربلا ہے تین دن کی پیاس میں کوثر کا جام

کچھ مراتب میں بھی جنّت سے سوا ہے کربلا
اہلِ دل ہی جانتے ہیں اور کیا ہے کربلا

یوں ہے مومن کی نگاہوں میں دیارِ کربلا　　بےکسوں کا آسرا ہے تاجدارِ کربلا
جو خزاں سے پاک ہے وہ ہے بہارِ کربلا　　انبیا سے پوچھ لو کیا ہے وقارِ کربلا

ظُلم پر مظلومیت کی فتح کا اعلان ہے
کربلا ہے دیں ہمارا کربلا ایمان ہے

کربلا ہے صبر کے دریا پہ خیموں کا قیام　　کربلا نے دیدیا انسان کو جینے کا پیام
کربلا ہے دعوتِ فکر و عمل کا ایک نام　　کربلا ہے انقلابِ زندگی کا اک نظام

کربلا دھرتی کے ماتھے پر چمکتا تاج ہے
کربلا ہی درحقیقت صبر کی معراج ہے

ہم علی والے پہ خاکِ شفا سجدہ کریں　　با عمل سجدہ کریں اور باوفا سجدہ کریں
اس پہ جب جن و ملک اور اولیا سجدہ کریں　　اولیاء کا ذکر کیا ہے انبیاؑ سجدہ کریں

جو حسینی ہیں وہی پاتے ہیں خاکِ کربلا
قبر میں بھی ساتھ لے جاتے ہیں خاکِ کربلا

غیر کے حصّے میں کب آتی ہے خاکِ کربلا ۔۔۔ کربلائی ہیں ہمیں بھاتی ہے خاکِ کربلا
خلد میں مومن کو لے جاتی ہے خاکِ کربلا ۔۔۔ ہر حُسینی کو یہ بتلاتی ہے خاکِ کربلا
شورما تو زندگی ذلّت کی جیتے ہی نہیں
جز شہادت اور کوئی جام پیتے ہی نہیں

کربلا تیری فضیلت کا نہیں کوئی جواب ۔۔۔ تیرے ہر ذرّے میں خونِ خاندانِ بوتراب
اور اِن ذرّوں سے روشن آجتک ہے آفتاب ۔۔۔ چاندنی کی بھیک لیتا ہے اِنہی سے ماہتاب
کیسی کیسی عظمتیں بخشی تجھے شبیر نے
دی وفا عباس نے اور جُراتیں بے شیر نے

جب مرے آنسو غمِ سرور میں گوہر ہو گئے ۔۔۔ پھر یہی گوہر مرے فن کا مقدر ہو گئے
بس یہی ساماں مری بخشش کا کوثر ہو گئے ۔۔۔ بند شیں بارہ ہوئیں مصرعہ بہتر ہو گئے
تب مسدّس بن سکی ہے ترجمانِ کربلا
معترض اب تو سمجھ لے کیا ہے شانِ کربلا

کربلا کا محمدؐ

گُلِ بہارِ گلستانِ کربلا اکبر
مہک سے تیری معطر جہاں ہُوا اکبر
کہیں بھی کوئی بھی تجھ سا نہ مل سکا اکبر
کہاں سے لائے گی تاریخ دوسرا اکبر
بھلا کہاں ترا کوئی جواب ہے اکبر
کہ تُو شبیہہ رسالت مآب ہے اکبر

قلم نے رو کے گذاری جو رات کاغذ پر
سحر کو مل گیا آبِ حیات کاغذ پر
سمٹ کے آنے لگی کائنات کاغذ پر
اور اک طرف کو تھا جاری فرات کاغذ پر
قلم تڑپ کے پُکارا کہ یا سخی مدد دے
شعور نے کہا کوثر کہ یا علیؑ مدد دے

ہُوا جو دور دھندلکا مری نگاہوں کا
مرا خیال مجھے لیکے کربلا پہونچا
گھرا تھا لاکھوں کے نرغے میں ابنِ شیرِ خدا
عجیب لوگ یہاں تھے عجیب منظر تھا
نہ ایسا ظلم ہی دیکھا نہ جبر ہی ایسا
نہ ایسا شکر ہی دیکھا نہ صبر ہی ایسا

حسینؑ ایک نہیں تھا یہاں بہتر تھے
اور اشتیاقِ شہادت میں سب برابر تھے
کہیں پہ عون و محمدؐ کہیں پہ اکبر تھے
ہنسی کی تیغ لئے شیر خوار اصغر تھے
ہے کربلا کے جیالوں کی بھی مثال کہیں
نہ ایسی مائیں ہی دیکھی نہ ایسے لعل کہیں

چلا ہے خیمے سے جنگ گاہ کو جو ایک جواں　　حسین ایسا کہ قرباں ہو یوسفِ کنعاں
یہ دل کا چین ہے لیلا کے اور حسین کی جاں　　شجاعتوں کا سمندر ہے اس کے دل میں رواں

یہ ایک تربیتِ خاص کا نتیجہ ہے
بس اتنا جان لو عباس کا بھتیجہ ہے

رسولِ پاکؐ کی ساری نشانیاں اس میں　　نبوّتوں کی نمایاں جوانیاں اس میں
شجاعتوں کی بہتّر کہانیاں اس میں　　فراتِ صبر کی موجیں روانیاں اس میں

نظر میں اسکی کچھ افواجِ ظلم و جور نہیں
یہ کربلا کا محمدؐ ہے کوئی اور نہیں

عدو کی فوج میں کہرام ایک برپا ہے　　کوئی یہ کہتا ہے پیاسا ہے پھر بھی دریا ہے
قیامت آگئی آخر یہ ماجرا کیا ہے　　یہ نوجواں تو بالکل رسولؐ جیسا ہے

جلال ایسا شباہت لگے غضنفر کی
ادائیں ساری محمدؐ کی ہیں یا حیدر کی

اور اس کے ہاتھ کی تلوار جب مچلتی ہے　　یہ مثلِ برق ہزاروں ہی رنگ بدلتی ہے
لہو میں ڈوب کے جب کفر کے نکلتی ہے　　کبھی دھواں تو کبھی آگ یہ اگلتی ہے

کمر خمیدہ ہوئی جارہی ہے شام آئی
اسے یہ غم ہے کہ عباس کے نہ کام آئی

اگرچہ جنگ میں مصروف تھے علی اکبر　　مگر تھے مقصدِ شبیر پر جمائے نظر
اور اس پہ شوقِ شہادت بھی دل میں بڑھ چڑھ کر　　بس اتنی دیر میں برچھی لگی جو سینے پر

کہا یہ صبر نے جوہر دکھائیے شبیر
پسر کے سینے سے برچھی نکالئے شبیر

لبِ حسینؑ پہ شکرِ خدا تھا اے کوثرؔ　　جوان بیٹے کا لاشہ اُٹھائے کاندھوں پر
سِناں بھی کھینچ لی سینے سے یا علیؑ کہکر　　اس امتحاں سے تو نبیوں کا بھی ہوا نہ گذر
یہ آ رہی ہے صدا یا حسینؑ زندہ باد
شہیدِ کرب و بلا یا حسینؑ زندہ باد

✳

ننھا حیدر

ایک بچہ جو چلا رن کو سپاہی بن کر
باپ کے ہاتھوں پہ پیغامِ الٰہی بن کر
مقصدِ سبطہ پیمبرؐ کی گواہی بن کر
اور یزیدوں کے ارادوں کی تباہی بن کر
بے زبانی کے جو لپٹا ہوا جُزدان میں ہے
(ب) کے نقطے کی طرح دامنِ قرآن میں ہے

اس کے تیور یہ بتاتے ہیں کہ حیدر ہوں میں
کمسنی کے یہ اشارے ہیں کہ اصغر ہوں میں
مجھ کو تلوار جو ملجائے تو اکبر ہوں میں
دبدبہ کہتا ہے عباسِ دلاور ہوں میں
نہر سے مشک میں بھر لاؤں گا پانی میں بھی
آج حیدر کی ہوں بھرپور جوانی میں بھی

حرملہ دیکھ مری تشنہ دہانی پہ نہ جا
مجھ کو کمسن نہ سمجھ اپنی جوانی پہ نہ جا
شمر سے کہدے کہ دریا کی روانی پہ نہ جا
دیکھ صحراؤں کو بہتے ہوئے پانی پہ نہ جا
اتنا پیاسا ہوں اگر آہ نکل جائیگی
علقمہ بھی تری شعلوں میں بدل جائیگی

میں ہوں اُس نور سے جس کو ازلی کہتے ہیں
میرے دادا کو سبھی حق کا ولی کہتے ہیں
اور بابا کو حسینِ ابنِ علی کہتے ہیں
مجھ کو گلزارِ رسالت کی کلی کہتے ہیں
ہر فضیلت سے تجھے آج بھی محرومی ہے
دیکھ کعبہ مرے دادا کی جنم بھومی ہے

تاج کیا چیز ہے اور تختِ حکومت کیا ہے یہ دکھانا ہے تمہیں حق و صداقت کیا ہے
بُزدلوں کو یہ بتانا ہے شجاعت کیا ہے اور سمجھانا ہے مفہومِ شہادت کیا ہے
سُوئے مظلوم جو آئیں گے پلٹ جائیں گے
حشر تک تیر مرے نام سے تھرائیں گے

جنگ کرنے پہ جو آجائیں تو محشر کر دیں ریگزاروں کو جو چاہیں تو سمندر کر دیں
بدنصیبی ہو تو حُرؑ جیسا مقدر کر دیں کوئی بے زر ہو تو ہم اُس کو ابوذر کر دیں
کربلا میں بھی نہیں مفلس و نادار ہیں ہم
سب کو معلوم ہے جنّت کے بھی سردار ہیں ہم

صبح سے بوئے شہادت مجھے آتی ہی رہی تشنگی لوریاں دے دے کے سُلاتی ہی رہی
مجھ کو جنگ گاہ کے حالات بتاتی ہی رہی اور مادر مجھے جھولے میں جھُلاتی ہی رہی
مجھ کو بابا کی جو تنہائی کا احساس ہوا
ناگہاں آئی مرے کانوں میں ھَل مِن کی صدا

چین کس طرح سے جھولے میں مجھے آتا بھلا باپ کے ہاتھوں پہ اس عزم سے میں رن کو چلا
کاٹنا ہے مجھے اک آن میں بیعت کا گلا فتح کرنا ہے مجھے معرکۂ کرب و بلا
جنگ کیا چیز ہے حیدر کے دلاروں کے لئے
اک ہنسی ہی مری کافی ہے ہزاروں کے لئے

جانے کیا کان میں شبیرؑ نے اصغرؑ کے کہا یک بیک چہرۂ معصوم بدلنے بھی لگا
چھد گیا تیر سے اک آن میں بچّہ کا گلا سُرخ رو ہو کے وہ پیاسا لبِ کوثر ہو چکا
ہر مورّخ نے یہ لکھ کر کے قلم توڑ دیا
مسکراتے ہوئے بے شیر نے دم توڑ دیا

مجلسیں

خوشنودیٔ خدا و پیمبر ہیں مجلسیں
ہم کربلائیوں کا مقدر ہیں مجلسیں
اولاد و جان و مال سے بڑھ کر ہیں مجلسیں
یعنی غمِ حسینؑ ہیں گھر گھر ہیں مجلسیں
ان میں جو موت آئے شہادت سے کم نہیں
کوثرؔ یہ مجلسیں بھی عبادت سے کم نہیں

ماتم کا یہ جو شور بپا مجلسوں میں ہے
مومن کی زندگی کا مزا مجلسوں میں ہے
یعنی سکونِ دل کی دوا مجلسوں میں ہے
سچ پوچھیے تو آبِ بقا مجلسوں میں ہے
دو صورتیں یہی تو ہیں ہر دل کے چین کی
اللہ کی نماز تو مجلس حسینؑ کی

تبلیغ دیں کے واسطے کامل ہیں مجلسیں
روحانیت کے درس میں شامل ہیں مجلسیں
مومن کی تو حیات کا حاصل ہیں مجلسیں
لیکن یزیدیت کے مقابل ہیں مجلسیں
مرقد میں جو رسولؐ کے دل کو دکھائے گا
ان مجلسوں کو بس وہی بدعت بتائے گا

طوفان کے رخ کو نامِ علیؑ لیکے موڑ دیئے
فتووں کا زور ماتمِ سرور سے توڑ دیئے
آپس کا اختلاف اسی وقت چھوڑ دیئے
مجلس کے سلسلے کو نمازوں سے جوڑ دیئے
کہہ دیجیے کہ حرؑ سا ہے کردار آج بھی
زندہ ہیں سب حسینؑ کے انصار آج بھی

مسجد امام باڑوں سے مومنِ جُدا نہ ہوں   ہم سب وفا شعار رہیں بے وفا نہ ہوں
دنیا کے غم حسین کے غم سے سِوا نہ ہوں   اتنا رہے خیال نمازیں قضا نہ ہوں

کیجئے ہر ایک سانس میں چرچہ حسینؑ کا
لیکن رہے نگاہ میں سجدہ حسینؑ کا

مولا علیؑ کا سبطِ پیمبر کا واسطہ   زہرا کا اور زینبِ مُضطر کا واسطہ
عباسؑ وقاسم و علی اکبر کا واسطہ   اے مومنوں تمہیں علی اصغر کا واسطہ

مصروف مجلسوں میں اگر زندگی رہے
قرآن و اہلبیت سے وابستگی رہے

فہرست ظالموں کی جو پڑھ کر سنائیں گے   کچھ نام اس میں اُن کے بزرگوں کے آئیں گے
ماتم پہ اور علم پہ جو فتوے لگائیں گے   یعنی غمِ حسین کو بدعت بتائیں گے

آؤ حسینیوں ذرا بے خوف بول دو
اُن ظالموں کی آج یہاں پول کھول دو

زینب نے مجلسوں کی جو بنیاد ڈال دی   طوفاں سے دیں کی ڈوبتی کشتی نکال دی
خطبوں ہی سے یزید کی پگڑی اُچھال دی   سچ پوچھئے تو صبر کی ایسی مثال دی

خنجر قضا کا شہ رگِ باطل پہ چل گیا
ان مجلسوں کی گود میں اسلام پل گیا

کوثرؔ جو آج شاعرِ آلِ رسول ہے   کانٹوں کے درمیان جو مہکا وہ پھول ہے
اس کی نظر میں دولتِ دُنیا فضول ہے   ہر لمحہ اس کے ساتھ دُعائے بتول ہے

اس پر نگاہِ لطف جو مشکل کشا کی ہے
مداحِ اہلبیت ہے رحمت خدا کی ہے

❋

○

انجام کار دیکھ لیا ہے حباب نے
رُلوا دیا یزید کو بیعت کے خواب نے

غنچوں کو دیں ہیں جس نے تبسّم کی جُراتیں
خوشبو کی بھیک لی ہے اُسی سے گلاب نے

دریا جہاں میں ٹھوکریں کھاتا پھرا کرے
ٹھکرا دیا ہے آلِ رسالتمآبؐ نے

اصغر نے تیر کھا کے ہنسی میں اُڑا دیا
لاکھوں سوال کر دئے بے پیدا جواب نے

یہ دو جہان صدقۂ آلِ رسول ہیں
ثابت کیا ہے یہ بھی خدا کی کتاب نے

اصغر ہے شہ کے ہاتھوں پہ یا اس طرح کہوں
گودی میں ماہتاب لیا آفتاب نے

کرب و بلا کے دشت میں اصغر کے خون سے
اسلام کا نصیب لکھا ہے رباب نے

کوثر میں کر رہا ہوں ثنا اہل بیت کی
بخشا مجھے شرف یہ درِ بو ترابؑ نے

○

سینے سے لگائے ہوئے شبّیر کے غم کو
ہم جائیں گے کوثر پہ بھی بہ ناز ہے ہم کو
تاریخ انہیں کیسے فراموش کرے گی
جو بھاگ گئے چھوڑ کے خیبر میں علم کو
مر جاتے بھی اور نام بھی لیوا نہیں ملتا
پوچھے کوئی اک شخص سے حیدر کے کرم کو
منکسرت کے زخموں سے تڑپتے ہوئے کچھ لوگ
تنگ آکے چھپانے لگے قرطاس و قلم کو
جو دوش نبی پر ہو کبھی عرش بریں پر
کیا اُس کو کہیں آپ بتا دیجئے ہم کو
دولت کی ہوس سے کہیں شہرت کی ہوس سے
فرصت ہی کہاں آج یہاں اہلِ قلم کو
صدقہ دے ہمیں آل محمدؐ کا الٰہی
کہتے ہی نہیں ہم تو زیادہ کو نہ کم کو
ہم اہلِ عزا حشر میں اے حُر دلاور
آنکھوں سے لگالیں گے ترے نقشِ قدم کو
زینب یہ کہا کرتی تھیں چادر نہ چھنے گی
اللہ سلامت رکھے عباس کے دم کو

دل تھام کے دینے لگی بچوں کو دلاسے
جھکتا ہوا دیکھا جو سکینہ نے علم کو

عباس کی نس نس میں جو حیدر کا لہو تھا
تا دیر کٹے ہاتھ نے چھوڑا نہ علم کو

خیمے تو جلائے ہی تھے قرآں بھی جلائے
کچھ بھی نہ رہا خوفِ خدا اہلِ ستم کو

حیرت ہے کہ وہ بھی تو ہیں کوثر کے طلب گار
پانی بھی جو پلوا نہ سکے شاہ اُمم کو

٭

ساقی مجھے کچھ اور نہ بس اس کے سوا دے
عباس کے پرچم کی چھنی ہو تو پلا دے

اُس پیاس کو لاکر مرے ہونٹوں پہ سجا دے
نیزے کی بلندی سے جو کوثر کا پتہ دے

سرگرمِ عمل اب بھی ہے کردارِ یزیدی
اس دور کے مختار کو آواز لگا دے

آئے تو ہیں عباس شہ دیں سے رضا کو
اللہ اگر غنچۂ اُمید کھلا دے

اک چلو میں دریا ہی اُٹھا لائے گا عباس
گر اذنِ وغا آج شہ کرب و بلا دے

یارب ہو ہر اک لب پہ صداقت ہی صداقت
ہر دل کو عزا خانۂ شبیر بنا دے

اصغر سے کہا ہو یہی شبیر نے شاید
خود ہنس کے ذرا فوجِ یزیدی کو رُلا دے

کوثر میں ثنا خوانِ حسین ابنِ علیؑ ہوں
رُتبہ مرا دیکھو مجھے زہرا بھی دعا دے

☼

○

جی چاہتا ہے چوم لوں اُس باوفا کے ہاتھ
جو مطمئن ہوا ہے علم پر سجا کے ہاتھ

کتنے ہی حادثوں نے ارادے بدل لئے
مشکل جو آگئی مری مشکل کشا کے ہاتھ

بیعت کی لاش کچھ تو فضا میں بکھر گئی
کچھ علقمہ کے ہاتھ گئی کچھ قضا کے ہاتھ

آخر علم رسولؐ نے حیدر کو دے دیا
آئے تھے جو تشی کو بہت سے دکھا کے ہاتھ

حالانکہ میں ہوں ہند میں اور وہ نجف میں ہے
ساقی نے پھر بھی جام دیا ہے بڑھا کے ہاتھ

دُنیا و آخرت کا مزا چاہتا ہے گر
خوشیوں کو بیچ دے غم کرب و بلا کے ہاتھ

آتی ہیں کربلا سے صدائیں یہ آج بھی
آجائے بن کے حُر کوئی اب بھی اُٹھا کے ہاتھ

دُنیا میں رہ کے صاحب ثروت کے سامنے
پھیلے نہیں کبھی کسی اہلِ عزا کے ہاتھ

لکھ کر سلام آل محمدؐ کی شان میں
کوثرؔ نے اپنے چوم لئے مسکرا کے ہاتھ۔

-:-

○

آیا لبِ فرات پسر بو تراب کا
ہیبت سے رنگ زرد ہوا آفتاب کا
یعقوبِ کربلا تری ہمت کے ہیں نثار
پیری کے دوش پر ہے جنازہ شباب کا
بس مسکرا کے فتح کا اعلان کر گیا
آیا جو قتل گاہ میں بچہ رباب کا
ہم کو غمِ حسینؑ سے ملتی ہے زندگی
چہرہ اُتر رہا ہے بھلا کیوں جناب کا
خنجر تو چل رہا تھا گلوئے حسینؑ پر
اور دل تڑپ رہا تھا رسالتمآبؐ کا
کوثر یہ پنجتن کی محنت کا فیض ہے
کچھ خوف ہی نہیں ہے حساب وکتاب کا

☼

○

ہمیں جس طرح چاہے آزما لے
کہ ہم ہیں غیب پر ایمان والے

ہر اک مومن بہت ہی مطمئن ہے
عریضہ کر کے دریا کے حوالے

مرے مولا بس اب آجایئے گا
پڑے ہیں اب تو جینے کے بھی لالے

حقیقت جان کر انجان سے ہیں
زبانوں پر پڑے ہیں جن کی تالے

علیؑ کے دشمنوں کا حق ہے دوزخ
جہاں چاہے کوئی مجھ سے لکھا لے

ازل سے ہم ہی پابند وفا ہیں
زمانہ ہم سے ہی درس وفا لے

جو مدّاح خواں مرے مولا کا ہو گا
وہ کوئی بھی ہو کوثر کی دعا لے

*

اے دینِ مصطفےٰ کے مددگار یا حسینؑ
تجھ پر سلام حق کے طرفدار یا حسینؑ

زخموں کے پھول آنسوؤں کے ہار یا حسینؑ
لائے ہیں بحضرِ نذر عزادار یا حسینؑ

یہ بھی تو ذوالفقار ہیں بیعت کے واسطے
تیری نہیں نہیں ترا انکار یا حسینؑ

بھارت کے واسیوں کا ہے وشواس آج بھی
انسان کے تھاروپ میں اوتار یا حسینؑ

مہاراج ہم تو چاہنے والے ہیں آپ کے
بھکشا ہمیں بھی دو کرو اُپکار یا حسینؑ

کلُ انبیاء کی لاج ترے ہاتھ میں رہی
کتنا عظیم تھا ترا کردار یا حسینؑ

جھوٹوں کو تو نے چھوڑ دیا ان کے گھر تلک
سچائیوں کے قافلہ سالار یا حسینؑ

○

کربلا سے یہی پیغام صبا لائی ہے
روضۂ شہ پہ فرشتوں کی جبیں سائی ہے

حشر تک ہوتا رہے گا ترا ماتم شبیر
دل کے زخموں نے بہتّر کی قسم کھائی ہے

جو بہے ہیں غمِ سرور میں اُنہی اشکوں نے
مومنو دامنِ زہرا میں جگہ پائی ہے

جس بھتیجے کو بڑے پیار سے پالا زینب
اُس نے بھی چاند سے سینہ پہ سناں کھائی ہے

عصر تک لُٹ گیا حیدر کا بھرا گھر لیکن
گلشنِ دینِ محمدؐ میں بہار آئی ہے

سر کھُلے بلوے میں کہتی ہوئی زینب نکلی
ہائے بے گور و کفن رن میں مرا بھائی ہے

مجھ کو دعویٰ تو نہیں شعر و سخن میں کوثر
مدحِ شبیر ہے اور قافیہ پیمائی ہے

☼

سیلاب روکتے تھے جو تیروں کا جسم سے
انصار تھے کہ آہنی دیوار یا حسینؑ

ماتم کے زخم خون کے آنسو بہائیں گے
زنجیر کی کہے گی جو جھنکار یا حسینؑ

تنہا کھڑے ہو اکبر و قاسم کدھر گئے
آواز دو کہاں ہے علمدار یا حسینؑ

سوکھے گلے پہ جب ترے خنجر ہوا رواں
ٹھہری ہوئی تھی وقت کی رفتار یا حسینؑ

بربادیوں نہ ہو کوئی، گلشن بہار میں
جیسے اُجڑ گیا ترا گلزار یا حسینؑ

عابد کے امتحاں کی وہ منزل بھی آگئی
زینب ہے اور یزیدِ لعیں کا دربار یا حسینؑ

سُونا پڑا ہے شہر مدینہ ترے بغیر
اُمت نے لوٹ لی تری سرکار یا حسینؑ

گذری رسول زادیاں بازار شام سے
کتنا بدل گیا ہے یہ سنسار یا حسینؑ

کوثرؔ کو اپنے در پہ بُلا لیجئے حضور
اب اور کچھ نہیں اسے درکار یا حسینؑ

○

ہے کوئی، حضرتِ عباسِ باوفا کی طرح
ملا جو بولتے قرآں کو ہل اتیٰ کی طرح

وہ جب نہیں تھا تو اِک آرزو تھا حیدر کی
مگر حسین کے ہونٹوں پہ تھا دُعا کی طرح

نمازِ عشق میں بازو ہی دیدئے اُس نے
وہ اپنی ذات میں یکتا تھا مرتضےٰ کی طرح

غمِ حیات کی بیماریوں کا غم ہی نہیں
غمِ حسین ہے اپنے لئے دوا کی طرح

زباں زباں پہ نمایاں تھے پیاس کے خیمے
ہر ایک قلب تھا اس روز کربلا کی طرح

ہم آنسوؤں کی سبیلیں لگائے بیٹھے ہیں
ہر ایک آنکھ ابھی تک ہے کربلا کی طرح

حوالے آلِ محمدؐ کے ہم ہیں اے کوثر
وگرنہ سارے حوالے گئے ہوا کی طرح

*

○

خدا نے اس لئے چاہا بہت ہے
علیؑ کا نام ہی پیارا بہت ہے
مرے مولا ترے قربان جاؤں
ہر اک مشکل میں تو سنتا بہت ہے
گدا بن کر فرشتے آ رہے ہیں
تمہارے در سے تو ملتا بہت ہے
ہنسی دیوار کعبہ کھل گیا در
تری آمد سے خوش کعبہ بہت ہے
نہیں قول نبیؐ کا پاس جس کو
اُسے ذکرِ علیؑ کھلتا بہت ہے
اسی سے صبر کی کچھ بھیک لے لیں
جو دریا ہو کے بھی پیاسا بہت ہے
کٹا ہے سجدۂ معبود میں جو
وہ سر نیزے سے بھی اونچا بہت ہے
ہنسی کو دیکھ کر اصغر کی کوثر
دلِ بیعت بھی گھبرایا بہت ہے

☼

○

حکمِ خدا ہے جو وہی قولِ رسولؐ ہے
حبِّ علیؑ نہیں تو عبادت فضول ہے
فوجِ یزید میں ہے اگر حُرؑ تو کیا ہوا
کانٹوں کے درمیان یہ جنّت کا پھول ہے
یارب ملے وہاں بھی عزا خانۂ حسینؑ
اِس شرط پر مجھے تری جنّت قبول ہے
گذریں گے پُل صراط سے کہکر علیؑ علیؑ
ہم کربلائیوں کا یہ پہلا اصول ہے

قرآن میں ہے جس کا قصیدہ جگہ جگہ
وہ فاطمہؑ ہے اسمِ گرامی بتول ہے
اِک دن میں گھر رسولؐ کا تاراج ہوگیا
غم گین آسماں ہے زمیں بھی ملول ہے

کوثرؔ حسینیت سے ہیں پُرنور دو جہاں
چہرے پہ اب یزید کے لعنت کی دھول ہے

٭

مجھے یارب اگر فرزانگی دے
شعورِ مدحت مولا علیؑ دے

جو پیاسا ہے اُسے دیدے سمندر
میں دریا ہوں مجھے تشنہ لبی دے

مری قسمت میں گر کچھ بھی نہیں ہے
مجھے تو صدقہ، آل نبیؐ دے

غم شبیر پر کردوں نچھاور
مرے مولا مجھے ایسی خوشی دے

نہیں درکار تخت و تاج یارب
مجھے تو بس مزاجِ قنبری دے

بچالے ٹھوکریں کھانے سے یارب
مری خودداریوں کو پختگی دے

میں کب تسنیم و کوثر مانگتا ہوں
تری رحمت جو چاہے بس وہی دے

○

شیرِ خدا دامادِ نبیؐ اور ساقیٔ کوثر علیؑ علیؑ
خندق خندق علیؑ علیؑ ہے خیبر خیبر علیؑ علیؑ

دل دیدے سلمان سا یارب اور زباں میثم جیسی
سانسوں کا ہر تار پکارے بوذر قنبر علیؑ علیؑ

سادھو سنت فقیر ادب سے سُن کر سر جھکاتے ہیں
بھارت کی گلیوں میں صدا دے مست قلندر علیؑ علیؑ

زہرا کے سرتاج ہو تم حسنین کے بابا کیا کہنا
دونوں جہاں میں دھوم تمہاری نفسِ پیمبر علیؑ علیؑ

آج بھی مرحب اور عنتر کی خوف سے روح لرز جائے
خوب لگاؤ زور سے ملکر نعرۂ حیدر علیؑ علیؑ

پہنچے نبی معراج پہ جسدم دیکھ رہے تھے خوش ہو کر
صرف یہی اک نام رقم تھا عرشِ اعلیٰ پر علیؑ علیؑ

☼

○

جس کی فضیلت کو دشمن نے بھی اکثر تسلیم کیا
مولا مولا کہا کبھی اور حیدر حیدر علیؑ علیؑ

دُنیا ایک سفر ہے جس میں ہر انسان مسافر ہے
لیکن منزل تو اُس کی ہے جس کا رہبر علیؑ علیؑ

قاسم اور عباس کے تجھ کو نقشِ قدم پر چلنا ہے
چھوڑ دے آپس کے جھگڑوں کو بول برادر علیؑ علیؑ

زہرا کا حق چھیننے والوں کو شائد معلوم نہیں
جنّت جنّت علیؑ علیؑ ہے کوثر کوثر علیؑ علیؑ

٭

○

مولا علیؑ علیؑ مولا علیؑ علیؑ
توہی میرا دین ہے مولا تو میرا ایمان

ہم نے تو اللہ و نبیؐ کے بعد تجھی کو مانا ہے
ان کے سوا عظمت کو تیری کون بھلا پہچانا ہے
تیرا قصیدہ ہے سب جسکو کہتے ہیں قرآن
مولا علیؑ علیؑ مولا علیؑ علیؑ

سارے جگ کا ان داتا تو سب تیرا ہی کھاتے ہیں
تیرے در سے بھیک فرشتے بھی آ کر لے جاتے ہیں
اور ترے شبیر نے دیدی راہب کو سنتان
مولا علیؑ علیؑ مولا علیؑ علیؑ

دھرتی اور آکاش ہوائیں اور سمندر تیرے ہیں
محشر بھی تیرا ہے اور یہ جنت کوثر تیرے ہیں
تیرے دشمن کی خاطر ہے دوزخ سا شمشان
مولا علیؑ علیؑ مولا علیؑ علیؑ

☼

صابر اور تبریز۔ قلندر تجھ کو آقا کہتے ہیں
چشتی ہوں یا نانک تیرے نام کی مالا جپتے ہیں
میرے دیش کی بھاشاؤں میں کہلائے بھگوان
مولا علیؑ علیؑ مولا علیؑ مولا علیؑ

میرے مولا مومن کی ہر مشکل میں کام آیا ہے
نبیوں نے بھی نادِ علیؑ پڑھ کر تجھ کو بلوایا ہے
تیری مدحت جو بھی کرے کوثرؔ اس پر قربان
مولا علیؑ علیؑ مولا علیؑ علیؑ

نذر کروں کیا آپ کے در پر بس میں مرے جذبات نہیں
دامن میں اشکوں کے علاوہ اور کوئی سوغات نہیں

یشخ ذرا اس بزم میں آؤ فکر کے یہ لمحات نہیں
قولِ نبیؐ دوہرائیں گے بس اور تو کوئی بات نہیں

بھیک علیؑ کے در سے فرشتے لے کر کہتے جاتے ہیں
کون ہے وہ جس کی جھولی میں اس در کی خیرات نہیں

جتنے نبیؐ آئے دُنیا میں اے مرے آقا ترے سوا
ذکر عبادت ٹھہرے جس کا ایسی کوئی ذات نہیں

شہ کے عزا خانوں میں سکونِ دل کا تبرک بٹتا ہے
ان کے مقابل میری نظر میں دُنیا کے محلات نہیں

نوحہ و گریۂ جن و ملک بھی کرتے ہیں شہ کے غم میں
عرش سے جو بوندیں گرتی ہیں آنسو ہیں برسات نہیں

اصغر کی ہلکی سی ہنسی بھی مقتل میں یہ کہتی تھی
کونسی منزل ہیں باطل کو حق کے مقابل مات نہیں

کوثرؔ مجھ کو میرے مولا بس اپنا شاعر کہہ دیں
اس کے سوا کچھ اور جو مانگوں یہ میری اوقات نہیں

○

گونگا بہرہ منصف ہو تو حق اپنا جتلائے کون
جان کے جو انجان بنے ہے اب اس کو سمجھائے کون

بغض و حسد کی دھول کا غازہ چہروں چہروں آج بھی ہے
ایسے میں تاریخ کا ان کو آئینہ دکھلائے کون

کافر نے پالا ہو جس کو اُس کو ہم اسلام کہیں
یوں تو مسلماں سب ہیں لیکن یہ گتھی سلجھائے کون

ماں کی گود میں ماتم کرنا میری قوم کے بچوں کا
فطرت ہی میں جو شامل ہو اُس سچ کو جھٹلائے کون

جس کے ہاتھ کی ریکھاؤں پر بارِ نظامِ ارض و سماء
سچ بتلاؤ اس کے علاوہ سورج کو پلٹائے کون

لاکھوں قاری لاکھوں حافظ لاکھوں حاجی آج بھی ہیں
آخری خطبہ کیا تھا نبیؐ کا ان سب میں دہرائے کون

ہاتھ پکڑ کر راہ بتا دیں یہ تو ہمیں منظور مگر
نابیناؤں کا جھرمٹ پھر دن میں دیپ جلائے کون

قاتل کو رحمت کی دعائیں دینے والے آج بھی ہیں
سولی پر لٹکانا کیسا مجرم ہی بتلائے کون

اُس کے لبوں پر بدعت بدعت اور مرے ہاتھوں میں علَم
دیکھنا یہ ہے کیسے کس کو کوثر تک پہنچائے، کون

٭

○

جنت کے آس پاس نہ کوثر کے آس پاس
رہتا ہے دل سدا درِ حیدر کے آس پاس

حاتم کے پاس ہے نہ سکندر کے آس پاس
بکھرا پڑا ہے زر جو ابوذر کے آس پاس

حیدرؑ نے بڑھ کے توڑ لیا پھول کی طرح
ٹھہرا نہ اور کوئی بھی خیبر کے آس پاس

اب تک صدا یہ آتی ہے قبرِ رسولؐ سے
پتھر پڑے ہوئے ہیں جواہر کے آس پاس

وہ لوگ بھی علیؑ کو سمجھے رہے رسولؐ
چکر لگا رہے تھے جو بستر کے آس پاس

جب حرملہ کے تیر کو ہنس کر اڑا دیا
بیعت تڑپ کے مر گئی اصغر کے آس پاس

جو دے رہا تھا سجدۂ خالق کو زندگی
کعبہ طواف میں تھا اُسی سر کے آس پاس

بدعت غمِ حسینؑ کو کہتے رہے جو لوگ
پیاسے کھڑے ہوئے ہیں سمندر کے آس پاس

کوثر کو ڈھونڈنا ہو تو محشر میں دوستو
بس پنجتن کے پاس بہتّر کے آس پاس

٭

○

سورج اپنی ساکھ نہ کھوئے
پیاس ہنسے اور دریا روئے
بغض و حسد کی نیند اڑا دی
حیدرؑ اک شب اتنا سوئے
حق کے گلے میں جیت کی مالا
جس میں بہتّر لعل پروئے
خود اس کا سر پھوڑ رہے ہیں
بیعت نے جو پتھر بوئے
پیاس کے سر ہے فتح کا سہرا
کون نظر پانی میں بھگوئے
قیدی کی زنجیر جو تڑپی
پاؤں کے چھالے پھوٹ کے روئے
مدحِ علیؑ کرنی ہو جس کو
پہلے زباں کو آنسو سے دھوئے

☼

○

کتنا حسین آج ہے منظر غدیر میں
ہے ہر زباں پہ کلمۂ حیدر غدیر میں

جس دم برس رہے تھے گُل تر غدیر میں
دل پر کس نے رکھ لیا پتھر غدیر میں

مولائیت کا تاج پہن لو بحکم رب
کہتے تھے یہ علیؑ سے پیمبرؐ غدیر میں

اعلان ہو رہا تھا ولائے علیؑ کا جب
اونچا تھا آسمان سے منبر غدیر میں
یہ کیا ہُوا علیؑ کو ہی مولا بنا دیا
ہاتھوں سے پیٹتا تھا کوئی سر غدیر میں
سجدے میں کائنات تھی خوشیاں تھیں ہر طرف
مثلِ کباب تھا کوئی جل کر غدیر میں
دُلہن سی لگ رہی ہے جو کوثر یہ کائنات
دولھا بنا ہے ساقیٔ کوثر غدیر میں

☼

ہم سے پوچھو غمِ سرور میں ہیں جوہر کتنے
اس نے ہیروں میں بدل ڈالے ہیں پتھّر کتنے

یہ ہے دربارِ حسینی یہاں آکر دیکھو
حُرؑ کی مانند سنورتے ہیں مقدر کتنے

ایک پیاسے کو جو دریا سے بھی پیاسا لوٹا
آج تک ڈھونڈتے پھرتے ہیں سمندر کتنے

رکھ کے میزانِ مودّت میں ذرا تول کے دیکھ
اشک کتنے ہیں تری آنکھ میں گوہر کتنے

بزدلوں کو یہ چلن اپنے بزرگوں سے مِلا
ایک سر کے لئے لہراتے ہیں خنجر کتنے

*

تو عزا داریٔ مظلوم تھی بڑھتی ہی رہی
جب کہ فتووں نے بھی کاٹے ترے چکر کتنے

مجھ پہ ساقی کا کرم دیکھ لے واعظ تو بھی
نام سنتے ہی چھلکنے لگے ساغر کتنے

آج معبود سے کیوں پوچھ رہے ہیں جبرئیل
ایک ہے نور مگر ہیں تہِ چادر کتنے

کربلا ہے مری معراجِ تخیّل کوثر
ورنہ نظروں سے گذرتے گئے منظر کتنے

☼

○

بکھر گئے تھے فضاؤں میں تیر و خنجر بھی
لہو لہان تھا اُس دن ہر ایک منظر بھی

خدائے صبر کو مجبور میں کہوں کیسے
جو ایک وقت میں تنہا بھی تھا بہتّر بھی

حیات بانٹ رہا تھا لگا کے آوازیں
اور اپنے ہاتھ سے لکھتا گیا مقدر بھی

سیاہ رات میں سورج اُگا گیا کتنے
وہ آسمان تھا لیکن رہا زمین پر بھی

بدل رہا تھا وہ صدیوں کو ایک لمحہ سے
وہ اپنے وقت کا ایوب بھی تھا حیدر بھی

نہ لے سکا کوئی دستار اس بہادر سے
وہ سرفراز رہا اور کٹا دیا سر بھی

جھلس جھلس کے ڈبویا سوالِ بیعت کو
وہ ایک پیاس کا صحرا بھی تھا سمندر بھی

کمر خمیدہ جگر پاش پاش تھا جس کا
اس ایک شخص سے سہما ہوا تھا لشکر بھی

فرات کاٹ کے خیمے میں لے گیا ہوتا
مچل رہا تھا مگر سامنے ہی کوثر بھی

○

شہیدِ کرب و بلا لا الٰہ الاّ اللہ
تو ہی ہے دیں کی بنا لا الٰہ الاّ اللہ

جواں کے سینہ سے برچھی نکال کر تو نے
کیا ہے شکر خدا لا الٰہ الاّ اللہ

علی کے لال نے اسلام کی بقا کیلئے
گلا کٹا کے کہا لا الٰہ الاّ اللہ

جہاں بہا ہے شہیدانِ کربلا کا لہو
بنی ہے خاک شفا لا الٰہ الاّ اللہ

حسینیت کے چراغوں کی روشنی کے طفیل
ملی ہے دیں کو ضیا لا الٰہ الاّ اللہ

وہ قوم جس نے ستایا ہے تجھکو ابنِ علیؑ
اُسی کو دی ہے دُعا لا الٰہ الاّ اللہ

مسوس کر دلِ پژمردہ رہ گئیں زینب
چھنی جو سر سے ردا لا الٰہ الاّ اللہ

وہ تشنگی وہ اسیری وہ بے کفن لاشے
ہدایتوں کا صِلہ لا الٰہ الا اللہ
یزید ظُلم کا پیکر اگر تھا اے کوثر
حُسین صبر و رضا لا الٰہ الاّ اللہ

*

کربلا کا جب کبھی آنکھوں میں منظر لے لیا
چند اشکوں ہی نے دامان پیمبرؐ لے لیا

کربلا والوں نے رکھ لی آبرو اسلام کی
صبر کی تلوار سے یوں ظلم کا سر لے لیا

دیدیا سب کچھ خدا کی راہ میں شبیرؑ نے
اور پھر تشنہ لبی نے خلد و کوثر لے لیا

تو نے سجدے میں کٹا کر سر حسین ابنِ علیؑ
مرحبا یوں نعرۂ اللہ اکبر لے لیا

رفتہ رفتہ ہر زباں پر آئے گا نامِ حسینؑ
اب تو باطل نے بھی اپنے دل پہ پتھّر لے لیا

وہ جری پیاسا تھا کب سے جانے کتنی پیاس تھی
جس نے سینے میں وفاؤں کا سمندر لے لیا

ظلم کے دربار میں گھونٹا ہے ظالم کا گلا
یوں ردا نے انتقامِ خونِ اکبر لے لیا

پانی پانی شرم سے ہوتی ہے نہر علقمہ
گر کسی نے نامِ عباس دلاور لے لیا

حُرملہ کا تھا نشانہ شہ رگِ اسلام پر
وہ تو کہیے، تیر اصغر نے گلے پر لے لیا

شام و کوفہ کانپ اُٹھے ہل گیا قصرِ یزید
جب ترے خطبوں نے زینب زورِ حیدر لے لیا

یہ نوازش یہ کرم ہے فاطمہ کے لال کا
مجھ کو بھی اپنے ثنا خوانوں میں کوثر لے لیا

○

کوثر ہے جب حسینؑ کا جنت حسینؑ کی
اب اور کیا بیاں ہو فضیلت حسینؑ کی

سجدے کو طول دیکے نبیؐ نے بتا دیا
شامل نماز میں ہے محبت حسینؑ کی

قاری کو تو تلاوتِ قرآن پہ ناز ہے
قرآن کر رہا ہے تلاوت حسینؑ کی

آدم سے لے کے ختم الرسل تک خدا گواہ
کام آ گئی سبھی کے شہادت حسینؑ کی

ہے بیعتِ یزید نہ اب تخت و تاج ہے
لیکن ہے دو جہاں پہ حکومت حسینؑ کی

اس واسطے حسینؑ کا قائم مقام ہے
ہر دور کو رہی ہے ضرورت حسینؑ کی

گنگ و جمن ڈبوئیں گے بدعت کے شور کو
یا دیں سدا منائے گا بھارت حسینؑ کی

اے منکرِ فضائلِ آلِ رسول سن
دوزخ میں لے چلے گی عداوت حسینؑ کی

راہِ خدا میں اپنا بھرا گھر لٹا دیا
بے مثل حشر تک ہے سخاوت حسینؑ کی

بازو ادھر کٹا دیئے غازی نے نہر پر
ٹوٹی اُدھر خیام میں ہمت حسینؑ کی

لاشہ جواں پسر کا اُٹھانے کو جب چلے
یعقوبؑ دیکھتے رہے قوت حسینؑ کی

اے موت تو ذرا علی اکبر سے بچ کے چل
اٹھارہ سال کی ہے یہ محنت حسینؑ کی

خیمے میں آئے آخری رُخصت کو جب امام
پہچان میں نہ آسکی صورت حسینؑ کی

کو تیرہ یزیدیت کے اندھیروں میں آج بھی
پھیلا رہی ہے نور صداقت حسینؑ کی

جہاں میں جو ہے ارے بے خبر حسینؑ کا ہے
کسی کا کچھ بھی نہیں ہے مگر حسینؑ کا ہے

وہ جس کو چاہے جہنم دے جس کو چاہے بہشت
خدا کے فضل سے اتنا اثر حسینؑ کا ہے

قدم قدم پہ جلاؤ عقیدتوں کے چراغ
تمہارے شہر سے یارو گذر حسینؑ کا ہے

کہا یہ فخر سے فطرسؑ نے مجھ کو حق کی قسم
عطا کیا ہوا ایک ایک پر حسینؑ کا ہے

لگا رہی ہے ہر اک روز جو نیا فتوا
یزیدیت کو ابھی تک بھی ڈر حسینؑ کا ہے

بدل کے رکھ دیا صدیوں کو جس کی آہٹ نے
وہ وقت عصر کا اک لمحہ بھر حسینؑ کا ہے

بچالے ایک ہی سجدے سے دین و دُنیا جو
وہ فن حسینؑ کا ہے وہ ہنر حسینؑ کا ہے

خدا نے اور نبیؐ نے ہزار بار کہا
ہمیں عزیز بہت ہے اگر حسینؑ کا ہے

○

جو گدا بن کے درِ شہ پہ صدا دیتا ہے
تاج اور تخت کو نظروں سے گرا دیتا ہے
اور بھی پیاس کے رُتبے کو بڑھا دیتا ہے
نوکِ نیزہ سے جو کوثر کا پتہ دیتا ہے
ھَل اتیٰ اُسی کا قصیدہ ہے یہ قرآن سے پوچھ
بھیک دے کر بھی جو سائل کو دُعا دیتا ہے
ایک بچّہ ہے جو ہلکی سی ہنسی کو لے کر
رن سے بیعت کے پرخچوں کو اُڑا دیتا ہے
دیکھنا ہی فقط عباس کا دریا کی طرف
گھاٹ سے فوجِ یزیدی کو بھگا دیتا ہے
آئینہ دیکھ کے حسرت سے یہ کہتا تھا یزیدؔ لعین
خونِ انسان کی نسلوں کا پتہ دیتا ہے
کِس کا لاشہ ہے یہ بے گور و کفن رہ کر بھی
کربلا تجھ کو جو رنگین قبا دیتا ہے
ذکرِ شبیر کا یہ فیض ہے اللہ اللہ
ایک آنسو بھی گناہوں کو بہا دیتا ہے
ناز کرتے ہیں جو فن پر کہو اُن سے کوثرؔ
شعر کہنے کی بھی توفیق خدا دیتا ہے

یہاں بہار کا موسم سدا ہی رہتا ہے
ہر ایک پھول ہی اے دیدہ ورحسین کا ہے

جہاں پہ آکے فرشتے بھی سر جھکاتے ہیں
وہ کربلائے معلیٰ ہے درحسین کا ہے

اُڑا رہا ہے ہنسی حرملہ کی جو کوثر
وہ شیر خوار ہے نور نظر حسین کا ہے

*

غمِ شبیر میں یہ بھی مرا ارماں نکل جائے
مرے دل کا لہو یارب مرے اشکوں میں ڈھل جائے

اگر اذنِ وغا عباس کو دیدیں شہ والا
تو پھر اس جنگ کا کچھ اور ہی نقشہ بدل جائے

دھڑکتا ہے وہی اسلام کے سینے میں دل بن کر
برائے امتحاں جھولے میں جو بچہ مچل جائے

حسینی نوجوانوں کے لہو سینوں سے ٹپکے گا
علی اکبر کے سینہ میں اگر برچھی کا پھل جائے

خیالِ تشنگیٔ اصغرِ بے شیر آتے ہیں
اگر شبنم ہو پھولوں پر تو شعلوں میں بدل جائے

کہا شبیر نے دینِ محمدؐ کو بچانا ہے
گلوئے خشک پر میرے اگر خنجر بھی چل جائے

علم اور مشک ہم یوں بھی اٹھاتے ہیں جہاں والو
چچا کی منتظر ہے ایک بچی وہ بہل جائے

یزیدی ذہن یوں بدعت کے پہروں میں مقید ہے
شبیہِ روضۂ شبیر گر چھو لے تو جل جائے

غمِ شبیر نے کوثر مجھے وہ زندگی دی ہے
غمِ دنیا اگر آئے بھی تو گھبرا کے ٹل جائے

○

ظلم کو اس کی نہ تھی کچھ بھی خبر پہلے سے
جبر کے شہر میں ہے صبر کا گھر پہلے سے

جس کا ایماں تھا نبوّت کی حفاظت کرنا
منتخب حق نے کیا تھا وہ بشر پہلے سے

چاند پر کوئی گیا ہے تو تعجب کیسا
آسمانوں کا کیا ہم نے سفر پہلے سے

جن و انساں یا فرشتے کہ ستارے مولا
جانتے سب ہیں ترے گھر کی ڈگر پہلے سے

اک اشارے سے جو سورج کو پلٹ دیتے ہیں
وقت بھی ان کے رہا زیر اثر پہلے سے

دیکھتے ہی رُخِ عباس پہ حیدر کا جلال
آج جبریل نے سمٹا لیے، پر پہلے سے

نوکِ نیزہ پہ اے قرآن سُنانے والے
اور بھی ہو گیا اونچا ترا سر پہلے سے

ایک شب ہی میں فرشتوں نے بنایا ہوگا
ورنہ حُر کا نہ تھا فردوس میں گھر پہلے سے

کربلا میں تجھے معراج ملے گی جاکر
تشنگی تجھ کو تھی کیا اس کی خبر پہلے سے

○

وہ ایک شخص کہ جس کا لقب غضنفر تھا
میں کیا بتاؤں وہی کربلا کا حیدر تھا

میں لکھ رہا تھا اُسے بازوئے حسینؑ مگر
وفا نے بڑھ کے صدا دی مرا پیمبر تھا

ملی جو اُس کو اجازت کہ مشک بھر لائے
بس اتنی دیر میں صحرا سے وہ سمندر تھا

اُڑا رہا تھا سروں کو پتنگ کی صورت
نہ اُس کے ہاتھ میں تلوار تھی نہ خنجر تھا

وہ کیا وجیہ تھا صفین میں خدا کی قسم
علیؑ تھے آئینہ وہ آئینے کا جوہر تھا

وہ اپنی ذات میں یکتا تھا مرتضیٰ کی طرح
اور اپنے زورِ شجاعت میں ایک لشکر تھا

فرات آگئی چُلو میں اس طرح اُس کے
علیؑ کے ہاتھ پہ جس طرح بابِ خیبر تھا

ٹپک رہا تھا جو اُس روز اُس کے بازو سے
وہ خون شہ رگِ باطل پہ ایک نشتر تھا

پھر اُس کے بعد ترائی میں سو گیا شاید
وگرنہ شامِ غریباں کا بھی کوئی ڈر تھا

کربلا کی تو نگاہیں رُخِ شبیر پہ تھیں
کربلا پر تھی پیمبرؐ کی نظر پہلے سے

اِک تبسّم سے اُڑایا تو جہنم میں گرا
حُرملہ تجھ پہ تھی اصغر کی نظر پہلے سے

میں تو ادنیٰ سا ثنا خوانِ علی ہوں کوثر
جانتے ہیں مجھے سب اہلِ ہُنر پہلے سے

نہ ظلم کی کوئی حد تھی نہ صبر ہی محدود
عجیب لوگ تھے اُس دن عجیب منظر تھا

ہر ایک شاخ نے سورج کے پھل دئے جس کی
اِک ایسے پیڑ کا سایہ مرے سنجا پر تھا

مجھے سنبھال کے رکھنا کہ میرے بعد کے لوگ
کریں گے یاد کہ شاعر بھی خوب کوثر تھا

○

ایک نظر ڈالی ہی تھی بس سرسری عباسؑ نے
مستقل دریا کو دیدی تھرتھری عباسؑ نے

شمر کے ماتھے پہ شرمندہ پسینہ ہوگیا
بات ہی کہدی تھی کچھ اتنی کھری عباسؑ نے

خون سے پانی پہ لکھی ہیں وفا کی آیتیں
یوں دکھائی نہر پر کاریگری عباسؑ نے

ہر طرف فوجِ عدد میں کھلبلی مچنے لگی
مشک جب نادِ علیؑ پڑھ کر بھری عباس نے

حشر تک کے واسطے پانی کو دے کر پستیاں
پیاس کو دیدی ہے لیکن برتری عباس نے

دے دئے مینارِ بازو قصرِ زہرا کے لئے
یوں سجائی شوق سے بارہ دری عباس نے

جس میں مہکیں گے قیامت تک وفاؤں کے گلاب
کربلا میں وہ لگائی نرسری عباس نے

فاطمہؑ کے لعل سے لے کر غلامی کا شرف
کی وفا کے دین کی پیغمبری عباس نے

کربلا کے دشت کو دیں مستقل رعنائیاں
اور کردی دین کی کھیتی ہری عباسؑ نے

بیعتوں کی قوم ہی بونی نظر آنے لگی
اور علم کو کی عطا قدآوری عباسؑ نے

آگئی چُلو میں خیبر کی طرح نہر فرات
جب لیا بازو میں زورِ حیدری عباسؑ نے

دل تو قدموں میں تھا سر تھا زانوئے شبیرؑ پر
یوں ادا کی ہے نمازِ آخری عباسؑ نے

بازوؤں کو چومتے ہونگے علی و فاطمہؑ
خلد میں اس شان سے دی حاضری عباسؑ نے

دورِ حاضر میں بھی کوثرؔ ہے مجھے پاسِ وفا
مجھ کو بخشی درحقیقت شاعری عباسؑ نے

٭

جی رہے ہیں نام جو لے لیکے ہم عباس کا
حشر میں بھی جائیں گے لے کر علم عباس کا

مستقل دل میں تڑپ لے کر لبوں پر تشنگی
کر رہا ہے آج تک دریا بھی غم عباس کا

جب علیؑ کی ملکیت میں ہے زمیں سارا تو پھر
کُل عرب عباس کا سارا عجم عباس کا

دیکھ لو ہر گاؤں میں ہر شہر میں ہر مُلک میں
شان سے لہرا رہا ہے اب علم عباس کا

اہلِ دل اہلِ نظر لہروں کو پڑھ کر دیکھ لیں
آج تک ہے نام پانی پر رقم عباس کا

خوں سے تاریخ وفا لکھ کر مکمّل کر گیا
جب لب دریا ہُوا بازو قلم عباس کا

اِس کے تیور میں علیؑ ہیں اور بازو میں حسینؑ
دیکھ لو پہچان لو جاہ و حشم عباس کا

لکھ چکا سینہ پہ جب اپنے ثنا خوانِ حسینؑ
میں نے بازو پر کیا پھر نام دم عباس کا

ایک بچّی قید خانے میں تڑپ کر مر گئی
جس کے ہونٹوں پر تھا نوحہ دم بدم عباس کا

جو بھی کچھ عزت ملی شہرت ملی کوثر مجھے
یہ عطا شبیر کی ہے یہ کرم عباس کا

○

صبر کے طوفان کا ایسا اثر پانی میں تھا
بیعتوں کے شہر کا ایک ایک گھر پانی میں تھا
شیر نے دریا کے سینے پر قدم ایسے رکھے
آج تک بھی کانپتا ہے ایسا ڈر پانی میں تھا
اذنِ شہ ملتا تو خیمے تک چلی آتی فرات
خود قدم بوسی کا جذبہ اس قدر پانی میں تھا
اللہ اللہ رفعتیں عکس رُخِ عباس کی
آسماں پر شمس تھا لیکن قمر پانی میں تھا
ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا خنجر لہو کی دھار سے
ظلم شرمندہ ہُوا اتنا کہ سر پانی میں تھا
مدتوں پیاسوں کی تصویریں نظر آتی رہیں
معجزہ کہتے ہیں یہ اہلِ نظر پانی میں تھا
پیاس کی آہوں کے شعلوں پر جلا تخت یزید
اور دریا مُنہ چھپائے بے خبر پانی میں تھا
اس لئے تھا مطمئن کوثر عریضہ ڈال کر
خود تو ساحل پر تھا لیکن نامہ بر پانی میں تھا

نوحہ

تنہا ہے کربلا میں غریب الوطن حسینؑ اتنا نہ سہ سکا کوئی رنج و محن حسینؑ
زخموں سے چُور چُور ہے تیرا بدن حسُین
اے بے وطن حسین غریب الوطن حسُین

قرُباں تو کر دئے سبھی پیر و جواں مگر اپنا بھی اب کہیں کوئی آتا نہیں نظر
اسلام مانگتا ہے کوئی گلبدن حسُینؑ
اے بے وطن حسین غریبُ الوطن حسُین

دھڑکن تھی تیز تیز دلِ کائنات کی موجیں تڑپ کے رہ گئیں نہرِ فرات کی
جس دم شہید ہو گیا تشنہ دہن حسین
اے بے وطن حسین غریب الوطن حسین

تیری فضیلتوں کا فسانہ دراز ہے تو ہر طرح فراز ہے تو سرفراز ہے
نیزے پہ تیرا سر ہے تو تیر دل پہ تن حسین
اے بے وطن حسین غریبُ الوطن حسین

انسانیت کا شرم سے یوں آج سر ہے خم تاریخ دے رہی ہے شہادت یہ دم بدم
تجھ کو دیا کسی نے نہ گور و کفن حسین
اے بے وطن حسین غریب الوطن حسین

مظلومیت کا ذکر جہاں گیر ہو گیا دورِ خزاں یزید کی تقدیر ہو گیا
جو ہے سدا بہار وہ تیرا چمن حسین
اے بے وطن حسین غریب الوطن حسین

ان کوفیوں کو خوفِ خدا بھی ذرا نہیں　　بازو بھی ہیں بندھے ہوئے سر پر ردا نہیں

بازارِ شام اور ہے تیری بہن حسینؑ

اے بے وطن حسین غریب الوطن حسینؑ

بس ہو لبوں پہ ذکرِ شہیدانِ کربلا　　کوثر یہ سوگوارِ حسینی کی ہے صدا

پھولے پھلے جہاں میں تیری انجمن حسینؑ

اے بے وطن حسینؑ غریب الوطن حسینؑ

☀

-: ملنے کے پتے :-

سیّد علی کوثر زیدی

بی۔ ۶۶۱۔ گلی نمبر ۱۰ گوتم پوری

دہلی ۵۳

سیّد قاسم رضا نقوی

۱۶ - C آندھرا پردیش بھون،

نئی دہلی ۱

کرتے رہیں گے ذکر سدا ہم حسین کا
یہ سلسلہ نہ ہوگا کبھی کم حسین کا

کوثر کو جس کے سایہ میں آنے پہ ناز ہے
اونچا ہے آسماں سے پرچم حسینؑ کا

ہر حیدری کے ہونٹوں پہ بعد خدا رسولؐ
دم دم علیؑ کا نام ہے ہر دم حسین کا

ہر دور کے یزید کو کرنا ہے بے نقاب
ہر ظلم کا جواب ہے ماتم حسین کا

عظمت ہر ایک ماہ کی تسلیم ہے مگر
بھاری ہے سال بھر پہ محرم حسین کا

ماتم کے زخم خون کی دھاریں گواہ ہیں
ہے جان سے عزیز ہمیں غم حسین کا

سینے پہ زخم ہیں یہ ستاروں کی شکل میں
کرتا ہے آسمان بھی ماتم حسین کا

آتا ہے جب اسے شب عاشور کا خیال
لے لیکے نام روتی ہے شبنم حسین کا

جنّت میں بھی کریں گے عزاداریٔ حسین :. کوثر رہے گا فیض یہ قائم حسین کا

نوحہ

آج بچپن کا وعدہ وفا کر دیا زیرِ خنجر بھی سجدہ ادا کر دیا
آپ کے لعل نے کیا سے کیا کر دیا گھر کا گھر کربلا میں فدا کر دیا
یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ

مجھ پہ اُمت نے بابا ستم وہ کئے ہل گئی یہ زمیں آسماں کانپ اُٹھے
میں تو کیا میرے بچے بھی پیاسے رہے قتل سب میرے اصحاب بھی کر دیئے
یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ

میں نہ بھولا تھا قاسم کا صدمہ ابھی غم نے عباس کے بس کمر توڑ دی
لاش اکبر کی میداں میں ہے پڑی اب تو آجائیے گا مدد کو مری
یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ

جب نہ کوئی مددگار باقی رہا میں نے ھَل مِن کی میدان میں دی صدا
آیا اصغر مرا مسکراتا ہوا وہ بھی پھر موت کی گود میں سو گیا
یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ

یوں ہوا میری گردن پہ خنجر رواں جیسے خنجر سے اُٹھنے لگا ہو دھواں
اور بڑھتی گئی ظلم کی داستاں بے ردا ہو گئیں پھر بنی زادیاں
یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ

قتل اُن کو کیا جو کہ مہمان تھے   کتنے بے درد کوتر وہ انسان تھے
شرم آتی ہے کیسے مسلمان تھے   جتنے خیمے جلے اُن میں قرآن تھے
یا علیؑ یا علیؑ   یا علیؑ یا علیؑ

*

نوحہ

زینب اسیرِ غم کے لب پر یہی صدا ہے　　آلِ نبیؐ پہ یارب کیا وقت آپڑا ہے
صابر رہوں میں اس میں جسمیں تری رضا ہے

کیسی خزاں یہ آئی زہراؑ کے گلستاں میں　　یارب نہ کوئی اُجڑے میری طرح جہاں میں
احمدؐ کی ہوں نواسی شاید یہی خطا ہے

پیاسا نہ کوئی ذبح بے جُرم و بے خطا ہو　　پردیس میں بہن سے بھائی نہ یوں جُدا ہو
پروردگار تجھ سے زینب کی یہ دُعا ہے

بیمار کربلا میں طاقت ہی اب کہاں ہے　　گردن میں طوق بھاری پاؤں میں بیڑیاں ہیں
اہلِ ستم نے ہم پر یہ ظُلم بھی کیا ہے

سب قتل ہو چکے ہیں بیٹے بھتیجے بھائی　　اور لُٹ کے کربلا سے میں قید ہو کر آئی
اُمت نے سر برہنہ در در پھرا دیا ہے

کُنبہ تو کھو چکی ہے یہ کربلا میں آکر　　صغرا سے کیا کہے گی زینب وطن میں جاکر
نانا کے دیں کی خاطر گھر بھر لُٹا دیا ہے

روتے ہیں اُس کے غم میں کوثر دل و نظر بھی　　ماتم کی یہ صدائیں جاتی ہیں عرش پر بھی
تا حشر جو رہے گا ذکرِ شہِ ھُدا ہے

اعلانِ انقلاب ہے ماتم حسین کا
نبیوں کا انتخاب ہے ماتم حسین کا

فتووں کی فوج ہر طرح ناکام ہو گئی
اِس درجہ کامیاب ہے ماتم حسین کا

زینب نے جس کو غم کے صحیفے عطا کئے
وہ بولتی کتاب ہے ماتم حسین کا

طغیانیاں نہیں ہیں یہ دریا میں بے سبب
لگتا ہے زیرِ آب ہے ماتم حسین کا

زینب نے قید خانے میں کر کے بتا دیا
ہر ظلم کا جواب ہے ماتم حسینؑ کا

تعبیرِ خوابِ فاطمہ زہرا ابھی ہے مگر
باطل سے اجتناب ہے ماتم حسین کا

یہ حشر تک جوان رہے گا اسی طرح
کس درجہ پُرشباب ہے ماتم حسین کا

جس کی مہک زمیں سے جاتی ہے عرش تک
کھِلتا ہوا گلاب ہے ماتم حسین کا

حرؑ کی طرح سے اپنا مقدر سنواریئے
ہر قوم سے خطاب ہے ماتم حسین کا

زنجیرِ پائے سیدِ سجاد نوحہ خواں
زینب ہے اور رباب ہے ماتم حسین کا

قرآن و اہلبیت سے وابستگی کے بعد
کوثر بڑا ثواب ہے ماتم حسین کا

*

"کوثر کوثر"

پیش کش :-

سیّد علی حیدر زیدی۔ بلڈرز،

کبریٰ کنسٹرکشن کمپنی

۳۷ بابا سدانند مارگ،

رشی کیش، ۲۴۹۲۰۱

شان بریک فلڈ۔ گادھارونا روڈ،

منگلور، ضلع ہردوار، یوپی

برانچ آفس :- میران حویلی۔ سہدریان اسٹریٹ

کیرانہ، مظفرنگر، ۲۴۷۷۷۴

فون نمبر :- ۰۱۳۱۹۱/۴۳۱۴

○

فاصلہ یوں طے کیا اک خواب نے تعبیر کا
نیند ابراہیم سے لی جاگنا شبیر کا

مسجدوں میں گونجتی ہے جو اذانوں کی صدا
درحقیقت شور ہے عابد تری زنجیر کا

دے کے جنّت کی سند حُر کو کہا شبیر نے
یوں بدل دیتے ہیں ہم لکھا ہوا تقدیر کا

زندگی بخشی سسکتے دین کو دے کر لہو
عالمِ انسانیت ممنون ہے بے شیر کا

میں ترے قربان اے ننھے مجاہد مرحبا
رکھ لیا تو نے بھرم قرآن اور تفسیر کا

☼